سیرت

حضرت عمر بن الخطابؓ

اور

نظام خلافت

مفتی محمد سرور فاروقی ندوی

(صدر جمعیت پیام امن، لکھنؤ)

مکتبہ پیام امن

ندوہ روڈ، ڈالی گنج، لکھنؤ، یوپی، الھند

جملہ حقوق محفوظ

نام	:	سیرت حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ اور نظام خلافت
مصنف	:	مفتی محمد سرور فاروقی ندوی
ناشر	:	مکتبہ پیامِ امن، ندوہ روڈ، ڈالی گنج لکھنؤ
اردو ایڈیشن	:	پہلی بار
تعداد کتب	:	۱۰۰۰
سال	:	۲۰۲۰ء
قیمت	:	۶۰

Writer : Mufti Mohd Sarwar Farooqui Nadwi

Publisher : Maktaba Payam-e-Amn, Nadwa Road,Daliganj,lucknow.

Website: www.islamicjpamn.com

E-Mail: tasneemlko2012@gmail.com, ataullah2012@gmail.com

Phone No. 9984490150, 9919042879

ملنے کے پتے

۱۔ مجلس تحقیقات ونشریات، ندوۃ العلماء، پوسٹ بکس نمبر ۱۱۹ (لکھنؤ)	05222741539
۲۔ نیوسلور بک ایجنسی، 14، محمد علی روڈ، بھنڈی بازار، ممبئی	0522-27415
۳۔ الفرقان بکڈپو، نظیر آباد ۳۱ (لکھنؤ)	9936635816
۴۔ سبحانیہ بک ڈپو، نیا محلہ، جبل پور، مدھیہ پردیش	9424708020
۵۔ ستیہ فاؤنڈیشن 5 182-A گرین لینڈ کیمپس، پوکھرپور، کانپور	9935044343
۶۔ مکتبہ شباب جدید، ندوہ روڈ لکھنؤ	9198621671
۷۔ مکتبہ شاہ ولی اللہ جامع مسجد، دیوبند	8439650526

فہرست

پیش لفظ ۹
مقدمہ ۱۱
امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا تعارف ۱۳
حضرت عمرؓ کی تعلیم ۱۳
ذریعہ معاش ۱۴
حضرت عمرؓ کا قبول اسلام ۱۴
ایک مشہور واقعہ ۱۵
اعلانیہ اسلام کا اظہار ۱۹
حضرت عمر فاروق کی ہجرت ۱۹
قباء یا عوالی کا قیام ۲۰
اذان کے سلسلے میں حضرت عمرؓ کی رائے ۲۰
حضرت عمرؓ کے ذریعہ ماموں کا قتل ۲۱
بدر کے قیدیوں کے ساتھ سلوک ۲۱
مکہ والوں کا غیرت دلانا ۲۲
حضرت عمرؓ کی بیٹی کا نکاح ۲۲
حضرت عمرؓ کی بیعت ۲۳
خیبر کا واقعہ ۲۴
فتح مکہ ۲۵
غزوۂ حنین ۲۵
حجۃ الوداع ۲۵
حضرت ابوبکر صدیقؓ کے بعد ۲۶
عراق کی فتوحات ۲۷
حضرت عمرؓ کی خلافت ۲۷

حضرت عمرؓ کا خطاب ۲۸
قادسیہ کی فیصلہ کن جنگ ۳۱
قادسیہ کی دوسری جنگ ۳۱
تیسرا معرکہ ۳۲
فتوحات شام ۳۴
میدان یرموک اور شام ۳۵
بیت المقدس کی فتح ۳۶
بیت المقدس کا سفر ۳۷
متفرق معرکے اور فتوحات ۳۷
فتوحات مصر اور حضرت عمر بن العاص ۳۸
حضرت عمر بن خطابؓ کی شہادت کا واقعہ ۳۸
حضرت عمرؓ کی بیویاں اور اولادیں ۳۹
حضرت عمرؓ کا نظام خلافت ۴۰
مجلس شوریٰ کے اہم ممبر ۴۱
مجلس شوریٰ کے علاوہ ۴۱
مجلس شوریٰ کے انعقاد کا طریقہ ۴۱
جمہوری حکومت کا مقصد ۴۱
بیت المال میں احتیاط ۴۲
عوام کو نکتہ چینی کی آزادی ۴۳
مہر کی مقدار پر تقریر ۴۳
صوبوں اور ضلعوں کی تقسیم ۴۳
عہدے داروں کا انتخاب ۴۴
حکام کی خاص نگرانی ۴۴
عاملوں کی شکایات ۴۵
معزولی اور مؤاخذہ میں کوئی رعایت نہیں ۴۵

تحقیقات ۴۵

عام مسلمانوں کی نگرانی ۴۶

حضرت اُبی بن کعب کا معاملہ ۴۶

معاشرے کی اصلاح ۴۷

سادگی کا خیال ۴۷

ملکی نظم ونسق ۴۷

پیمائش کا نظم ۴۸

مردم شماری کا نظام ۴۸

دارالافتاء کا قیام ۴۹

پولیس کا نظام ۴۹

جیل خانہ کا نظم ۴۹

بیت المال کا قیام ۵۰

سرکاری عمارتوں کی تعمیرات ۵۰

چوکیاں اور سرائیں ۵۱

نہروں کا انتظام ۵۱

شہروں کے آباد کرنے کا نظم ۵۱

بصرہ کی آبادی ۵۲

کوفہ کی آبادی ۵۲

فسطاط مقام کی آبادی ۵۳

موصل کی حیثیت ۵۳

جیزہ کی آبادی ۵۳

عہد فاروقی میں فوجی انتظامات ۵۴

فوج کی تربیت ۵۵

فوج کے عہدے دار ۵۶

فوج کے شعبے ۵۶

گھوڑوں کی پرورش کا نظم ۵۶

فن جنگ کے اصول ۵۶

حضرت عمر فاروقؓ کی دعوتی خدمات ۵۷

مسلمانوں کی تعلیم کا نظم ۵۸

عہد فاروقی میں حدیث کی خدمات ۵۸

احادیث کے سلسلہ میں احتیاط ۵۹

عہد فاروقی میں فقہی خدمات ۶۰

مسجدوں کی تعمیر اور اماموں کا انتظام ۶۰

متفرق انتظامات ۶۱

لاوارث بچوں کا انتظام ۶۱

غرباء ومساکین کے لئے ۶۱

خبر رسانی کا انتظام ۶۱

عہد فاروقی کا عدل وانصاف ۶۲

تنخواہیں ۶۲

غیر مسلموں کے ساتھ بھی عدل ۶۲

لکھنے پڑھنے کا علم ۶۳

حضرت عمرؓ کے خطوط وخطبے ۶۳

شاعری ۶۴

عبرانی زبان کا علم ۶۴

حضرت عمرؓ کے رائے کی تائید میں قرآن ۶۴

قرآن مجید کی تلاوت ۶۵

استدلال میں مہارت ۶۶

روایت میں احتیاط ۶۶

حضرت فاروق اعظم کا خوف خدا ۶۷

آخرت کا خوف ۶۸
رسول اللہ ﷺ کی محبت اور اتباع سنت ۶۸
حج کا سفر ۷۰
آپ کی زندگی کا دستور العمل ۷۰
خطبہ کے دوران نصیحت ۷۲
حضرت فاروق اعظم کا زہد وقناعت ۷۲
لباس کی حالت ۷۲
غذاؤں میں سادگی ۷۳
سادگی کی حکام کو ہدایت ۷۴
قناعت کا حال ۷۵
ذاتی خرچ ۷۵
پیوند والے کپڑے ۷۶
قیصر روم کا حدیہ ۷۷
خلافت سے پہلے آپ کی تجارت ۷۷
بیت المال سے شہد لینے میں احتیاط ۷۸
مال غنیمت ۷۸
تدفین کی اجازت ۷۹
فاروق اعظم کا تواضع ۷۹
فاروق اعظم کی رحمدلی ۸۰
ایام خلافت کی سختیاں ۸۱
غلاموں کو ساتھ میں کھانا کھلانا ۸۲
قحط سالی کے دوران عمل ۸۲
فاروق اعظم کے معاف کرنے کا جزبہ ۸۲
رفاہ عام کے کام ۸۳
ایک بدو کے خیمہ کا واقعہ ۸۳

سیرت حضرت عمر بن الخطابؓ اور نظام خلافت

مجبوروں کی خدمت گزاری ۸۴
خدا کی راہ میں مال خرچ کرنا ۸۴
مساوات کا نمونہ ۸۴
فاروق اعظم کی غیرت ۸۵
آیت حجاب ۸۵
عورتوں کا بے پردہ غسل ۸۶
فاروق اعظم کی گھریلو زندگی ۸۶
آپ کا حلیہ مبارک ۸۷
حضرت عمرؓ کی ازواج واولاد ۸۷

پیش لفظ

حضرت مولانا سعید الرحمٰن اعظمی ندوی دامت برکاتہم

مہتمم: دار العلوم ندوۃ العلماء و مدیر: البعث الاسلامی ندوۃ العلماء لکھنؤ، الہند

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدلله رب العالمين، والصلاة والسلام على سيد الأنبياء والمرسلين محمد وعلى آله وأصحابه ومن تبعهم باحسان الى يوم الدين، أما بعد:

دعوت دین امت کے ذمہ ایک اہم فریضہ ہے، یہ امت چونکہ تمام امتوں میں بہترین امت ہے، اس کی بہتری کی وجہ بھی اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بتادی ہے کہ یہ پوری انسانیت کی رہنمائی اور ہدایت کے لیے برپا کی گئی ہے، اس امت کے داعی اولی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے ذریعہ تیار کردہ نسل نے پوری انسانی برادری کی فکر کی، یہی وجہ ہے کہ بہت کم مدت میں وہ دنیا کے اطراف واکناف پر چھاگئے اور لاکھوں انسانوں کی ہدایت کا سبب بنے، اللہ تعالیٰ نے ان کے عمل کو اس طرح قبول کیا کہ قیامت کے لئے ان کو نمونہ بنادیا۔

صحابۂ کرامؓ کے بعد تابعین، تبع تابعین اور ان کے بعد آنے والی نسلیں بھی اسی فکر کے ساتھ اقوام عالم کے درمیان آتی رہیں اور معاشرہ کے متنوع عناصر کی ہدایت کا ذریعہ بنیں، یہی وجہ ہے کہ یہ دین آج ہم تک پہونچا اور ہم اس کی تعلیمات سے واقف ہوکر اللہ تعالیٰ کی مرضیات کے مطابق کسی حد تک اپنے فرائض انجام دے رہے ہیں۔

دین کے پہونچانے کے لئے ہر زمانہ اور ہر دور میں نئے نئے طریقہ اختیار کئے جاتے رہے، بنیادی طور پر زبان اور قلم کو استعمال کرکے اس فریضہ کو انجام دیا جاتا رہا، زبان کے ذریعہ جو باتیں بیان کی جاتی ہیں وہ وقتی اور فوری طور پر اثر انداز ہوتی ہیں، لیکن اس سے دوسرے افراد جو وہاں موجود نہیں ہیں، محروم رہتے ہیں، لیکن قلم کے ذریعہ جو باتیں کاغذ پر لکھ دی

جاتی ہیں اور کتابوں میں محفوظ کردی جاتی ہیں ان سے برسوں استفادہ کیا جاسکتا ہے اور بحمد اللہ تاریخ اسلام کا پورا ذخیرہ اس کا شاہد عدل ہے۔

مقام مسرت ہے کہ مولانا مفتی محمد سرور فاروقی ندوی (صدر جمعیت پیام امن لکھنؤ) ایک عرصہ سے دعوت واصلاح کے میدان میں قابل ذکر کام انجام دے رہے ہیں، وہ لسانی اور قلمی جہاد کررہے ہیں، جس پر وہ پوری ندوی برادری ہی نہیں، بلکہ طبقہ علماء کی طرف سے مبارک باد کے مستحق ہیں، دعوت میں بنیادی چیز لسان قوم میں مہارت ہے، مفتی صاحب ہندوستان کی مروجہ زبان ہندی کے اچاریہ (عالم) ہیں، انہوں نے ہندی زبان میں اسلامیات کا ایک کتب خانہ تیار کردیا ہے اور اہم بات یہ ہے کہ تفسیر فاروقی کے نام سے سات جلدوں میں ہندی زبان میں وقیع تفسیر اور اردو زبان میں ''معانی القرآن الکریم، لفظی رواں ترجمہ ومختصر تفسیر'' کے عنوان سے بھی لکھی ہے جس کی ہر طرف پذیرائی ہے، ادھر چند مہینوں میں انہوں نے قرآن کے ہندی لفظی ترجمہ کا کام کیا ہے، جو طباعت کے لئے تیار ہے، اسی طرح انہوں نے اس وقت اور کئی کتابیں تیار کی ہیں جس میں ''سیرت حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ اور نظام خلافت'' بھی ہے۔ جو عوام وخواص کے لئے بہت مفید ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مفتی محمد سرور فاروقی ندوی کو مزید ہمت وحوصلہ دیں، تاکہ ان کے ذریعہ لسانی اور قلمی جہاد کا یہ سلسلہ جاری رہے اور ان کا فیض جو دراصل ندوۃ العلماء کا فیض ہے جاری وساری رہے۔ وما ذلک علی اللہ بعزیز۔

راقم الحروف

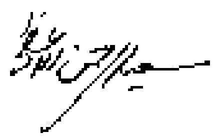

سعید الرحمٰن اعظمی ندوی
ندوۃ العلماء، لکھنؤ

۸/شوال ۱۴۴۱ھ
۲/جون ۲۰۲۰ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ

الحمدلله رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی رسوله الکریم

حضرت عمرؓ قریش کے اہم اشخاص میں سے تھے یہ اسلام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دشمنی میں سب سے زیادہ سرگرم رہتے تھے، اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خصوصیت کے ساتھ ابوجہل یا عمر بن الخطابؓ کے ذریعہ قوت حاصل کرنے کی دعا فرمائی تھی، اس دعا کا اثر یہ ہوا کہ کچھ دنوں کے بعد اسلام کا یہ سب سے بڑا دشمن، سب سے بڑا جاں نثار بن گیا ایک مشہور واقعہ جس کو عام طور پر ارباب سیر لکھتے ہیں یہ ہے کہ جب عمرؓ اپنی انتہائی سختیوں کے باوجود ایک شخص کو بھی اسلام سے بددل نہ کر سکے تو آخر کار مجبور ہو کر (نعوذ باللہ) خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قتل کے ارادہ سے نکلے لیکن اللہ تعالیٰ نے انہیں نور ایمانی سے نواز دیا اور انہوں نے کلمۂ شہادت **اشھد ان لا الہ اللّٰہ و اشھد ان محمد الرسول اللّٰہ** پڑھ لیا۔

پھر یہی وہ عمر ہیں جن کے اسلام قبول کرنے کے بعد وہ مقام حاصل ہوتا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کی فضیلت کے متعلق فرماتے ہیں کہ گذشتہ امتوں میں محدثین ہوتے تھے، اگر میری امت میں کوئی محدث ہوگا تو وہ عمرؓ ہوں گے، پھر بہت سی آیتیں حضرت عمرؓ کی رائے کے مطابق نازل ہوئیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ اس حدیث کے مصداق تھے۔

اسی طرح ایک موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اگر عمرؓ کو امیر بناؤ گے تو ان کو قوی امین پاؤ گے جو خدا کے بارے میں ملامت کا خوف نہ کریں گے۔ یہی وجہ تھی کہ حضرت عمرؓ کو بعض غزوات کا امیر بنایا گیا اور صدقاتِ مدینہ کا عامل بھی آپ کو مقرر فرمایا گیا۔

حضرت عمرؓ نے اپنی پوری زندگی رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع میں گذاری آپ کی

وجہ سے بڑی تقویت حاصل ہوئی یہاں تک کہ بعد میں خلیفۂ ثانی ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ اور پھر خلافت بھی مثالی قائم کی جس میں ملک کے ہر طبقے کے اصول وضوابط مرتب کئے جس میں انسانی حقوق وعدل کا ایسا نظام قائم کیا جو قیامت تک کے لوگوں کے لئے رہنما اصول ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ امت میں حضرت عمر کی خلافت کے مطابق عمل کرنے کا جزبہ پیدا فرمائے۔ الحمدللہ حضرت عمرؓ کی سیرت پر تو بہت سی کتابیں تفصیل کے ساتھ موجود ہیں لیکن اسے اختصار کے ساتھ ہندی داں طبقہ کے لئے تیار کی گئی ہے تاکہ اس کے بعد اس کو ہندی زبان میں شائع کی جائے۔ اس میں پیش نظر مراجع میں خصوصاً مولانا معین الدین ندوی مرحوم کی کتاب ''سیر الصحابہ'' سے اکثر حصہ لیا گیا ہے اور اس کے علاوہ احادیث و تاریخ کی مستند کتابیں جیسے تاریخ طبری، ابن کثیر، ابن خلدون اور تاریخ الخلفاء وغیرہ سے بھی استفادہ کیا گیا ہے۔

اب آخر میں ہم جناب محمد طارق سورٹھیا صاحب کے شکر گزار ہیں جو دعوتی کاموں میں ہمت افزائی فرمایا کرتے ہیں اللہ تعالیٰ اپنی شان کے مطابق اجرِ عظیم عطا فرمائے اور خلفاء راشدین کے نقشِ قدم پر چلنے کی ہم سب کو توفیق نصیب فرمائے۔ والسلام

محمد سرور فاروقی ندوی
دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ
۲ رمضان ۱۴۴۱ھ
2020-04-26

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا تعارف

آپ کا نام عمر تھا اور ابوحفص کنیت تھی، فاروق لقب تھا، والد کا نام خطاب اور والدہ کا نام ختمہ تھا۔ پورا سلسلہ نسب اس طرح ہے:۔ عمر بن الخطاب بن نفیل بن عبدالفری بن رباح بن عبداللہ بن قرط بن رزاح بن عدی بن کعب بن لوی بن فہر بن مسالک۔ (اصابہ ج ۲ ص ۵۱۸)

● عدی کے دوسرے بھائی مرہ تھے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اجداد میں سے ہیں۔ اس لحاظ سے حضرت عمرؓ کا سلسلہ نسب آٹھویں پشت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جا کر مل جاتا ہے۔

حضرت عمرؓ کا خاندان ایام جاہلیت سے نہایت ممتاز تھا۔ آپ کے جد اعلیٰ عدی عرب کے باہمی جھگڑوں میں ثالث مقرر ہوا کرتے تھے اور قریش کو کسی قبیلہ کے ساتھ کوئی ملکی معاملہ پیش آجاتا تو سفیر بن کر جایا کرتے تھے اور یہ دونوں منصب عدی کے خاندان میں نسلاً بعد نسلاً چلے آرہے تھے۔

دادھیال کی طرح حضرت عمرؓ ننھیال کی طرف سے بھی نہایت معزز خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ کی والدہ ختمہ، ہاشم بن مغیرہ کی بیٹی تھیں اور مغیرہ اس درجہ کے آدمی تھے کہ جب قریش کسی قبیلہ سے نبرد آزمائی کے لئے جاتے تھے تو فوج کا اہتمام ان ہی کے متعلق ہوتا تھا۔

(عقد الفرید باب فضائل العرب)

حضرت عمرؓ کی تعلیم

حضرت عمرؓ ہجرت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے چالیس برس پہلے پیدا ہوئے۔ شباب کا آغاز ہوا تو ان شریفانہ مشغلوں میں مشغول ہوئے جو شرفائے عرب میں عموماً رائج تھے، یعنی نسب دانی، سپہ گری، پہلوانی اور خطابت میں مہارت پیدا کی۔ خصوصاً شہسواری میں کمال حاصل کیا۔ اسی زمانے میں انہوں نے لکھنا پڑھنا بھی سیکھ لیا تھا۔ چنانچہ زمانہ جاہلیت میں جو لوگ لکھنا

پڑھنا جانتے تھے، ان میں سے ایک حضرت عمرؓ بھی تھے۔ (استیعاب تذکرہ عمرؓ بن الخطاب)

ذریعہ معاش

● تعلیم و تعلم سے فارغ ہونے کے بعد فکر معاش کی طرف متوجہ ہوئے، عرب میں لوگوں کا ذریعہ معاش زیادہ تر تجارت تھا۔ اس لئے انہوں نے بھی یہی شغل اختیار کیا اور اسی سلسلہ میں دور دور ممالک کا سفر کیا۔ اس سے آپ کو بڑے تجربے اور فوائد حاصل ہوئے۔ آپ کی خود داری بلند حوصلگی، تجربہ کاری اور معاملہ فہمی اسی کا نتیجہ تھی اور ان ہی اوصاف کی بنا پر قریش نے آپ کو سفارت کے منصب پر مامور کر دیا تھا۔ قبائل میں جب کوئی پیچیدگی پیدا ہو جاتی تھی تو آپ ہی سفیر بن کر جاتے تھے اور اپنے غیر معمولی فہم و تدبر اور تجربہ سے اس عقدہ کو حل کرتے تھے۔

(فتوح البلدان بلاذری ص ۴۷۷)

حضرت عمرؓ کا قبول اسلام

قریش کے اہم لوگوں میں ابوجہل اور حضرت عمرؓ اسلام اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دشمنی میں سب سے زیادہ سرگرم تھے۔ اس لئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خصوصیات کے ساتھ ان ہی دونوں کے لئے اسلام کی دعا فرمائی:

اللهم اعزالا سلام باحد الرجلين اما ابن هشام واما عمر بن الخطاب۔ (جامع ترمذی مناقب عمرؓ)

یعنی خدایا اسلام کو ابوجہل یا عمر بن الخطاب سے معزز کر۔ مگر یہ دولت تو حضرت عمرؓ کی قسمت میں لکھ دی گئی تھی۔ ابوجہل کے حصہ میں کیسے آتی؟ اس دعائے مستجاب کا اثر یہ ہوا کہ کچھ دنوں کے بعد اسلام کا یہ سب سے بڑا دشمن اس کا سب سے بڑا دوست اور سب سے بڑا جاں نثار بن گیا۔ یعنی حضرت عمرؓ کا دامن دولت ایمان سے بھر گیا۔ **ذلك فضل الله يؤتيه من يشاء۔** تاریخ و سیرت کی کتابوں میں حضرت عمرؓ کی تفصیلات اسلام میں اختلاف ہے۔

ایک مشہور واقعہ

ایک مشہور واقعہ جس کو عام طور پر ارباب سیر لکھتے ہیں، یہ ہے کہ جب حضرت عمرؓ اپنی انتہائی سختیوں کے باوجود ایک شخص کو بھی اسلام سے بددل نہ کرسکے تو آخر کار مجبور ہوکر (نعوذ باللہ) خود رسول کریم ﷺ کے قتل کا ارادہ کیا اور تلوار کمر سے لگا کر سیدھے رسول اللہ ﷺ کی طرف چلے، راہ میں اتفاقاً نعیم بن عبداللہ مل گئے۔ان کے تیور دیکھ کر پوچھا خیر تو ہے؟ بولے ''محمد (ﷺ) کا فیصلہ کرنے جارہا ہوں۔انہوں نے کہا ''پہلے اپنے گھر کی تو خبر لو، خود تمہاری بہن اور بہنوئی اسلام لاچکے ہیں۔'' فوراً پلٹے اور بہن کے یہاں پہنچے ،وہ قرآن پڑھ رہی تھیں ،ان کی آہٹ پاکر چپ ہوگئیں اور قرآن کے اجزاء چھپالئے ۔لیکن آواز ان کے کان میں پڑچکی تھی۔

بہن سے پوچھا یہ کیسی آواز تھی؟ بولیں کچھ نہیں۔انہوں نے کہا میں سن چکا ہوں کہ تم دونوں مرتد ہوگئے ہو۔یہ کہہ کر بہنوئی سے دست وگریباں ہوگئے اور جب ان کی بہن بچانے کو آئیں تو ان کی بھی خبر لی۔یہاں تک ان کا جسم لہولہان ہوگیا۔لیکن اسلام کی محبت پر ان کا کچھ اثر نہ ہوا، بولیں ''عمر جو بن آئے کرلو لیکن اسلام اب دل سے نہیں نکل سکتا۔'' ان الفاظ نے حضرت عمرؓ کے دل پر خاص اثر کیا۔بہن کی طرف محبت کی نگاہ سے دیکھا۔ان کے جسم سے خون جاری تھا، اسے دیکھ کر اور بھی رقت ہوئی۔فرمایا تم لوگ جو پڑھ رہے تھے مجھے بھی سناؤ ۔فاطمہؓ نے قرآن کے اجزاء سامنے لاکر رکھ دیئے۔اٹھا کر دیکھا تو یہ سورۃ تھی:

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ①

(سورہ حدید آیت:۱)

ترجمہ:''زمین وآسمان میں جو کچھ ہے سب خدا کی تسبیح پڑھتے ہیں، وہ غالب اور حکمت والا ہے۔''

توبے اختیار پکار اٹھے۔اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمد الرسول اللہ۔

یہ وہ زمانہ تھا جب رسول اللہ ﷺ ارقمؓ کے مکان پر جو کوہ صفا کے نیچے واقع تھا پناہ گزین تھے۔حضرت عمرؓ نے آستانہ مبارک پر پہنچ کر دستک دی، چونکہ شمشیر بکف تھے، صحابہ کو تردد ہوا، لیکن حضرت حمزہؓ نے کہا آنے دو، مخلصانہ آیا ہے تو بہتر ہے ورنہ اسی کی تلوار سے اس کا سر قلم کردوں گا۔حضرت عمرؓ نے اندر قدم رکھا تو رسول اللہ ﷺ خود آگے بڑھے اور ان کا دامن پکڑ کر فرمایا ''کیوں عمر! کس ارادے سے آئے ہو؟ نبوت کی پرجلال آواز نے ان کو کپکپا دیا۔نہایت خضوع کے ساتھ عرض کیا ''ایمان لانے کے لئے۔'' رسول اللہ ﷺ نے بے ساختہ اللہ اکبر کا نعرہ اس زور سے بلند کیا کہ تمام پہاڑیاں گونج اٹھیں۔

(سیرۃ النبیؐ ج۱ ص ۲۰۹ و۲۱۰ بحوالہ اسد الغابہ وابن عساکر وکامل ابن اثیر)

یہی روایت تھوڑے سے تغیر کے ساتھ دارقطنی ،ابویعلیٰ ،حاکم اور بیہقی میں حضرت انسؓ سے مروی ہے،دونوں میں فرق صرف اس قدر ہے کہ پہلی میں سورۂ حدید کی آیت **سبح للہ مافی السمٰوٰت والارض** ہے،دوسری سورۂ طٰہٰ کی یہ آیت ہے:

اِنَّنِيْٓ اَنَا اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدْنِيْ ۙ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ ⑭

(سورہ طٰہٰ آیت:۱۴)

ترجمہ:''میں ہوں خدا کوئی نہیں معبود لیکن میں، تو مجھ کو پوجو اور میری یاد کے لئے نماز کھڑی کرو''۔

جب اس آیت پر پہنچے تو بے اختیار لا الہ الا اللہ پکار اٹھے اور در اقدس پر حاضری کی درخواست کی لیکن یہ روایت دو طریقوں سے مروی ہے اور دونوں میں ایسے رواۃ ہیں جو قبول کے لائق نہیں۔چنانچہ دارقطنی نے اس روایت کو مختصر لکھا ہے کہ اس کا ایک راوی قاسم بن عثمان ونصری قوی نہیں۔(دارقطنی باب الطہارۃ للقرآن) ذہبی نے مستدرک حاکم کے استدلال میں لکھا ہے کہ روایت منقطع ہے۔(مستدرک حاکم ج۴ ص۵۹)

● میزان الاعتدال میں لکھا ہے کہ قاسم بن عثمان بصریٰ نے حضرت عمرؓ کے اسلام کا جو قصہ نقل کیا ہے وہ نہایت ہی منکر ہے۔(میزان الاعتدال تذکرہ قاسم بن عثمان بصری)

● کنز العمال میں بھی اس کی تضعیف کی گئی ہے۔(کنز العمال فضائل عمر بن الخطاب) ان دونوں روایتوں کے مشترک راوی اسحاق بن یوسف، قاسم بن عثمان، اسحاق بن ابراہیم الحسینی اور اسامہ بن زید بن اسلم ہیں اور یہ سب کے سب پایہ کے اعتبار سے ساقط ہیں۔

● ان روایتوں کے علاوہ مسند احمد ابن حنبل میں ایک روایت خود حضرت عمرؓ سے مروی ہے جو گو ایک تابعی کی زبان سے مروی ہے تاہم اس باب میں سب سے زیادہ محفوظ ہے۔

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ ایک شب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چھیڑنے نکلا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بڑھ کر مسجد حرام میں داخل ہو گئے اور نماز شروع کر دی جس میں آپؐ نے سورۃ الحاقہ تلاوت فرمائی۔ میں کھڑا سنتا رہا اور قرآن کے نظم و اسلوب سے حیرت میں تھا۔ دل میں کہا جیسا قریش کہا کرتے ہیں، خدا کی قسم یہ شاعر ہے۔ ابھی یہ خیال آیا ہی تھا کہ آپؐ نے یہ آیت پڑھی۔

اِنَّهٗ لَقَوۡلُ رَسُوۡلٍ كَرِيۡمٍ ﴿۴۰﴾ وَّمَا هُوَ بِقَوۡلِ شَاعِرٍ ؕ قَلِيۡلًا مَّا تُؤۡمِنُوۡنَ ﴿۴۱﴾

(سورہ الحاقہ آیت: ۴۰،۴۱)

میں نے کہا یہ تو کاہن ہے، میرے دل کی بات جان گیا ہے اس کے بعد ہی یہ آیت پڑھی: وَلَا بِقَوۡلِ كَاهِنٍ ؕ قَلِيۡلًا مَّا تَذَكَّرُوۡنَ ﴿۴۲﴾ تَنۡزِيۡلٌ مِّنۡ رَّبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ ﴿۴۳﴾

(سورہ الحاقہ آیت: ۴۲،۴۳)

ترجمہ: ”یہ کاہن کا کلام بھی نہیں تم بہت کم نصیحت پکڑتے ہو، یہ تو جہانوں کے پروردگار کی طرف سے اترا ہے۔“

● آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ سورہ آخر تک تلاوت فرمائی اور اس کو سن کر اسلام میرے دل میں پوری طرح گھر کر گیا۔ (مسند ابن حنبل ج ۱ ص ۱۷)

● اس کے علاوہ صحیح بخاری میں خود حضرت عمرؓ کی زبانی یہ روایت ہے کہ بعثت سے کچھ پہلے یا اس کے بعد ہی وہ ایک بت خانہ میں سوتے تھے کہ انہوں نے دیکھا کہ ایک بت پر ایک قربانی چڑھائی گئی اور اس کے اندر سے آواز آئی۔ اے جلیح ایک فصیح البیان کہتا ہے: **لا إله إلا الله**، اس آواز کا سننا تھا کہ لوگ بھاگ کھڑے ہوئے۔ لیکن میں کھڑا

رہا کہ دیکھوں اس کے بعد کیا ہوتا ہے کہ پھر وہی آواز آئی۔ اس واقعہ پر تھوڑے ہی دن گزرے تھے کہ لوگوں میں چرچا ہوا کہ یہ نبی ہیں۔ (باب بنیان الکعبہ باب اسلام عمرؓ) اس روایت میں اس کا بیان نہیں ہے کہ اس آواز کا حضرت عمرؓ پر کیا اثر ہوا۔

● پہلی عام روایت بھی اگر صحیح مان لی جائے تو شاید واقعہ کی ترتیب یہ ہو گی کہ اس ندائے غیب پر حضرت عمرؓ نے لبیک نہیں کہا اور اس کا کوئی تعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کی بشارت سے وہ نہ پیدا کر سکے کہ اس میں ان کی رسالت اور نبوت کا کوئی ذکر نہ تھا تاہم چونکہ توحید کا ذکر تھا اس لئے ادھر میلان ہوا ہو گا۔ لیکن چونکہ ان کو قرآن سننے کا موقع نہیں ملا۔ اس لئے اس توحید کی دعوت کی حقیقت نہ معلوم ہو سکی۔ اس کے بعد جب انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سورۃ الحاقہ جس میں قیامت اور حشر ونشر کا نہایت موثر بیان ہے۔ نماز میں پڑھتے سنی تو ان کے دل پر ایک خاص اثر ہوا جیسا کہ اس فقرے سے ظاہر ہوتا ہے **وقع الاسلام فی قلبی کل موقع**، یعنی اسلام میرے دل میں پوری طرح بیٹھ گیا تاہم چونکہ وہ طبعاً مستقل مزاج اور پختہ کار تھے اس لئے انہوں نے اسلام کا اعلان نہیں کیا بلکہ اس اثر کو شاید وہ روکتے رہے لیکن اس کے بعد جب ان کی بہن کا واقعہ پیش آیا اور سورۂ طٰہٰ پر نظر پڑی جس میں توحید کی نہایت مؤثر دعوت ہے تو دل پر قابو نہ رہا اور بے اختیار کلمۂ توحید پکار اٹھے اور در اقدس پر حاضری کی درخواست کی۔

● اور اگر وہ پہلی روایت صحیح تسلیم نہ کی جائے تو واقعہ کی سادہ صورت یہ ہو سکتی ہے کہ اس ندائے غیب نے ان کے دل میں توحید کا خیال پیدا کیا لیکن چونکہ تین برس دعوت محدود اور مخفی رہی تھی اس لئے ان کو اس کا حال نہ معلوم ہو سکا اور مخالفت کی شدت کے باعث کبھی خود بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں جانے اور قرآن سننے کا موقع نہ ملا پھر جب رفتہ رفتہ اسلام کی حقیقت کی مختلف آوازیں ان کے کانوں میں پڑتی گئیں تو ان کی شدت کم ہوتی گئی۔ بالآخر وہ دن آیا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان مبارک سے ان کو سورۃ الحاقہ سننے کا موقع ملا اور وہ لبیک کہتے ہوئے اسلام کے آستانہ پر حاضر ہو گئے۔

اعلانیہ اسلام کا اظہار

حضرت عمرؓ کے مسلمان ہوجانے سے اسلام کی تاریخ میں ایک نیا دور شروع ہوگیا۔اس وقت تک چالیس یا اس سے کچھ کم وبیش آدمی دائرہ اسلام میں داخل ہوچکے تھے لیکن وہ نہایت بے بسی ومجبوری کے عالم میں تھے ۔اعلانیہ فرائض مذہبی ادا کرنا تو درکنار اپنے کو مسلمان ظاہر کرنا بھی خطرہ سے خالی نہ تھا اور کعبہ میں نماز پڑھنا تو بالکل ناممکن تھا۔حضرت عمرؓ کے اسلام لانے سے دفعتاً حالت بدل گئی ۔انہوں نے اعلانیہ اپنے اسلام کا اظہار کیا،صرف اتنا ہی نہیں بلکہ مشرکین کو جمع کرکے بآواز بلند اپنے ایمان کا اعلان کیا۔مشرکین نہایت غصہ ہوئے لیکن عاص ابن وائل نے جو رشتہ میں حضرت عمرؓ کے ماموں تھے،ان کو اپنی پناہ میں لے لیا۔

حضرت عمرؓ قبول اسلام سے پہلے اپنی آنکھوں سے مسلمانوں کی مظلومیت کا تماشہ دیکھتے تھے اس لئے شوق مساوات نے اسے پسند نہ کیا کہ وہ اسلام کی نعمت سے متمتع ہونے کے بعد عاص بن وائل کی حمایت کے سہارے اس کے نتائج سے محفوظ رہیں ۔اس لئے انہوں نے پناہ قبول کرنے سے انکار کردیا اور برابر ثبات واستقلال کے ساتھ مشرکین کا مقابلہ کرتے رہے ۔یہاں تک کہ مسلمانوں کی جماعت کے ساتھ برابر کعبہ میں جا کر نماز ادا کی ۔(ابن سعد جزو ۳ق اول ص ۱۹۳)

یہ پہلا موقع تھا کہ حق وباطل کے مقابلہ میں سربلند ہوا اور حضرت عمرؓ کو اس صلہ میں دربار نبوت سے فاروق کا لقب مرحمت ہوا۔

حضرت عمر فاروق کی ہجرت

مکہ میں جس قدر مسلمانوں کی تعداد بڑھتی گئی ،اسی قدر مشرکین قریش کے بغض و عناد میں بھی ترقی ہوتی گئی ۔اگر پہلے وہ صرف فطری خونخواری اور جوش مذہبی کی بنا پر مسلمانوں کو اذیت پہنچاتے تھے تو اب انہیں سیاسی مصالح نے مسلمانوں کے کامل استیصال پر آمادہ کردیا تھا۔سچ یہ ہے کہ اگر بلا کشان اسلام میں غیر معمولی جوش ثبات اور وارفتگی کا مادہ نہ ہوتا تو ایمان پر ثابت قدم رہنا غیر ممکن تھا۔

حضرت عمرؓ ۶ نبوی میں اسلام لائے تھے اور ۱۳ نبوی میں ہجرت ہوئی،اس طرح گویا انہوں نے اسلام لانے کے بعد تقریباً ۶ برس تک قریش کے مظالم برداشت کئے جب مسلمانوں کو مدینہ کی جانب ہجرت کی اجازت ملی تو حضرت عمرؓ بھی اس سفر کے لئے آمادہ ہوئے اور بارگاہ نبوت سے اجازت لے کر چند آدمیوں کے ساتھ مدینہ کی طرف روانہ ہوئے اور اس شان کے ساتھ روانہ ہوئے کہ پہلے مسلح ہوکر مشرکین کے مجمعوں سے گزرتے ہوئے خانہ کعبہ پہنچے،نہایت اطمینان سے طواف کیا،نماز پڑھی،پھر مشرکین سے مخاطب ہوکر کہا کہ جس کو مقابلہ کرنا ہو وہ مکہ سے باہر نکل کر مقابلہ کرلے لیکن کسی کی ہمت نہ ہوئی اور وہ مدینہ روانہ ہوگئے ۔(زرقانی ج ۱ ص ۳۷۱)

قباء یا عوالی کا قیام

حضرت عمرؓ مدینہ پہنچ کر قباء میں رفاعہ بن عبدالمنذر کے مہمان ہوئے ۔قباء کا دوسرا نام عوالی ہے ،حضرت عمرؓ کے بعد اکثر صحابہ نے ہجرت کی ۔یہاں تک کہ ۶۲۲ء میں خود آفتاب رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی مکہ کی گھاٹیوں سے نکل کر مدینہ روانہ ہوئے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ تشریف لانے کے بعد غریب الوطن مہاجرین کے رہنے سہنے کا اس طرح انتظام فرمایا کہ ان میں اور انصار میں بھائی چارہ قائم کردیا،اس موقع پر انصار نے عدیم النظیر ایثار سے کام لے کر اپنے مہاجر بھائیوں کو مال واسباب میں نصف کا شریک بنالیا ۔اس رشتہ کے قائم کرنے میں درجہ ومراتب کا خاص طور پر خیال رکھا گیا تھا یعنی جو مہاجر جس رتبہ کا تھا اسی حیثیت کے انصاری کے ساتھ اس کی مؤاخات قائم کی گئی تھی ۔چنانچہ حضرت عمرؓ کے برادر اسلامی حضرت عتبہ بن مالک قرار پائے تھے جو قبیلہ بنی سالم کے معزز رئیس تھے۔

اذان کے سلسلے میں حضرت عمرؓ کی رائے

مدینہ میں مسلمان مکہ کی طرح بے بس ومجبور نہ تھے، بلکہ اب آزادی اور اطمینان کا دور تھا اور اس کا وقت آگیا تھا کہ فرائض وارکان محدود اور معین کئے جائیں نیز مسلمانوں کی تعداد وسیع سے وسیع تر ہوتی جاتی تھی اور وہ دور دور کے محلوں میں آباد ہونے لگے تھے ۔اس

بنا پر شدید ضرورت تھی کہ اعلان نماز کا کوئی طریقہ معین کیا جائے ۔ چنانچہ رسول کریم ﷺ نے سب سے پہلے اسی کا انتظام کرنا چاہا،بعض صحابہ کی رائے ہوئی کہ آگ جلا کر لوگوں کو خبر کی جائے ۔بعض کا خیال تھا کہ یہودیوں اور عیسائیوں کی طرح بوق و ناقوس سے کام لیا جائے ۔حضرت عمرؓ نے کہا کہ ایک آدمی اعلان کے لئے کیوں نہ مقرر کیا جائے ۔رسول اللہ ﷺ کو یہ رائے پسند آئی اور اسی وقت حضرت بلالؓ کو اذان کا حکم دیا گیا۔اس طرح اسلام کا ایک شعار اعظم حضرت عمرؓ کی رائے کے موافق قائم ہوا۔(صحیح بخاری کتاب الاذان باب بدء الاذان)

جس سے تمام عالم قیامت تک دن اور رات میں پانچ وقت توحید و رسالت کے اعلان سے گونجتا رہے گا۔

حضرت عمرؓ کے ذریعہ ماموں کا قتل

مدینہ میں سب سے پہلا معرکۂ بدر کا پیش آیا۔حضرت عمرؓ اس معرکہ میں رائے تدبر جانبازی کے لحاظ سے ہر موقع پر رسول اللہ ﷺ کے دست و بازو رہے ۔عاص بن ہشام ابن مغیرہ جو رشتہ میں آپ کا ماموں تھا۔خود ان کی تلوار سے واصل جہنم ہوا۔

(ابن جریر ص ۵۰۹ واستیعاب ترجمہ عمر بن الخطاب)

یہ بات حضرت عمرؓ کی خصوصیات میں سے ہے کہ اسلام کے مقابلہ میں قرابت و محبت کے تعلقات سے مطلقاً متأثر نہیں ہوتے تھے۔آپ کے ہاتھوں عاص کا قتل اس کی روشن مثال ہے۔

بدر کے قیدیوں کے ساتھ سلوک

بدر کا میدان مسلمانوں کے ہاتھ رہا۔غنیم کے کم و بیش ستر آدمی مارے گئے اور تقریباً اسی قدر گرفتار ہوئے چونکہ ان میں سے قریش کے اکثر بڑے بڑے معزز سردار تھے،اس لئے یہ بحث پیدا ہوئی کہ ان کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے ؟رسول اللہ ﷺ نے تمام صحابہؓ سے رائے لی۔لوگوں نے مختلف رائیں دیں۔حضرت ابوبکرؓ کی رائے ہوئی کہ فدیہ لے کر چھوڑ دیا جائے ۔حضرت عمرؓ نے اختلاف کیا اور کہا کہ ان سب کو قتل کر دینا چاہئے ۔اور اس طرح کہ ہم

میں سے ہر ایک اپنے ہاتھوں سے اپنے عزیز کو قتل کرے ۔علی عقیل کی گردن ماریں اور فلاں جو میرا عزیز ہے اس کا کام میں تمام کر دوں ۔

رسول کریم ﷺ کی شان رحمت نے حضرت ابوبکرؓ کی رائے پسند کی اور فدیہ لے کر چھوڑ دیا۔بارگاہ الٰہی میں یہ چیز پسند نہ آئی اس پر عتاب ہوا اور یہ آیت نازل ہوئی:

ماکان لنبی ان یکون له اسری حتی یثخن فی الارض الخ

’’کسی پیغمبر کے لئے یہ مناسب نہیں ہے کہ اس کے پاس قیدی ہوں جب تک وہ خونریزی نہ کر لے‘‘۔حضور انور ﷺ اور حضرت ابوبکرؓ نے گریہ و زاری کی۔

(صحیح مسلم کتاب الجہاد والیسر باب الامداد بالملائکہ فی غزوۂ بدر واباحة الغنائم)

مکہ والوں کا غیرت دلانا

ابوسفیان سالار قریش نے درہ کے قریب پہنچ کر پکارا کہ اس گروہ میں محمد ﷺ ہیں ؟رسول اللہ ﷺ نے اشارہ کیا کہ کوئی جواب نہ دے ۔ابوسفیان نے پھر حضرت عمرؓ اور حضرت ابوبکرؓ کا نام لے کر کہا،یہ دونوں اس مجمع میں ہیں یا نہیں؟اور جب کسی نے جواب نہ دیا تو بولا کہ ضرور یہ لوگ مارے گئے ۔حضرت عمرؓ سے نہ رہا گیا۔پکار کر کہا’’او دشمن خدا!ہم سب زندہ ہیں ۔‘‘ابوسفیان نے کہا’’اعلی ھبل‘‘یعنی اے ہبل بلند ہو۔(رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمرؓ سے فرمایا جواب دو،اللہ اعلی اجل۔یعنی خدا بلند و برتر ہے۔(بخاری کتاب المغازی،غزوۂ احد)

حضرت عمرؓ کی بیٹی کا نکاح

غزوۂ احد کے بعد ۳ھ میں حضرت عمرؓ کو یہ شرف حاصل ہوا کہ ان کی صاحبزادی حضرت حفصہؓ رسول اللہ ﷺ کے نکاح میں آئیں ۴ھ میں بنو نضیر کو ان کی بدعہدی کے باعث مدینہ سے جلاوطن کیا گیا۔اس واقعہ میں بھی حضرت عمرؓ شریک رہے ۔۵ھ میں غزوۂ خندق پیش آیا۔رسول کریم ﷺ نے مدینہ سے باہر نکل کر خندق تیار کرائی ۔دس ہزار کفار نے خندق کا محاصرہ کیا،وہ لوگ کبھی کبھی خندق میں گھس کر حملہ کرتے تھے،اس لئے

رسول کریم ﷺ نے خندق کے ادھر ادھر کچھ کچھ فاصلے پر اکابر صحابہ کو متعین فرما دیا تھا کہ دشمن ادھر سے نہ آنے پائیں۔ایک حصہ پر حضرت عمرؓ متعین تھے۔چنانچہ یہاں پر ان کے نام کی ایک مسجد آج بھی موجود ہے۔ایک دن کافروں کے مقابلہ میں ان کو اس قدر مصروف رہنا پڑا کہ عصر کی نماز قضا ہوتے ہوتے رہ گئی۔آنحضرت ﷺ کے پاس آ کر عرض کی کہ آج کافروں نے نماز پڑھنے تک کا موقع نہ دیا۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے بھی اب تک عصر کی نماز نہیں پڑھی۔(بخاری کتاب الصلوٰۃ باب مواقیت الصلوٰۃ)

ایک ماہ کے محاصرہ کے بعد مسلمانوں کے ثبات واستقلال کے آگے کافروں کے پاؤں اکھڑ گئے اور یہ میدان بھی غازیوں کے ہاتھ رہا۔ ۶ھ میں رسول اللہ ﷺ نے زیارت کعبہ کا ارادہ فرمایا اور اس خیال سے کہ کسی کو لڑائی کا شبہ نہ ہو۔حکم دیا کہ کوئی ہتھیار باندھ کر نہ چلے۔ذوالحلیفہ پہنچ کر حضرت عمرؓ کو خیال ہوا کہ دشمنوں میں غیر مسلح چلنا مصلحت نہیں ہے۔

چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے ان کی رائے کے موافق مدینہ سے اسلحہ منگوا لئے۔مکہ کے قریب پہنچ کر معلوم ہوا کہ قریش نے عہد کر لیا ہے کہ مسلمانوں کو مکہ میں قدم نہ رکھنے دیں گے۔چونکہ رسول اللہ ﷺ کو لڑنا مقصود نہیں تھا اس لئے مصالحت کے خیال سے حضرت عثمانؓ کو سفیر بنا کر بھیجا۔قریش نے ان کو روک رکھا۔جب کئی دن گزر گئے تو یہ خبر مشہور ہو گئی کہ وہ شہید ہو گئے۔رسول اللہ ﷺ نے یہ خبر سن کر صحابہؓ سے جو تعداد میں چودہ سو تھے،ایک درخت کے نیچے جہاد پر بیعت لی۔چنانچہ قرآن مجید کی اس آیت میں **لقد رضی اللہ عن المومنین اذیبا یعونک تحت الشجرہ**۔اسی واقعہ کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔(سیرت ابن ہشام ج۲ ص۱۶۶)

حضرت عمرؓ کی بیعت

حضرت عمرؓ نے بیعت سے پہلے ہی لڑائی کی تیاری شروع کر دی تھی۔ہتھیار سج رہے تھے کہ خبر ملی رسول اللہ ﷺ بیعت لے رہے ہیں۔اسی وقت بارگاہ نبوت میں حاضر

ہوئے اور جہاد کے لئے دست اقدس پر بیعت کی۔(بخاری کتاب المغازی غزوۂ حدیبیہ)

قریش مُصر تھے کہ رسول اللہ ﷺ اس سال مکہ میں داخل نہیں ہو سکتے۔آخر بڑے ردوقدح کے بعد ایک معاہدہ پر طرفین رضامند ہو گئے۔اس معاہدہ میں ایک شرط یہ بھی تھی کہ اگر قریش کا کوئی آدمی رسول اللہ ﷺ کے ہاں چلا جائے تو اس کو قریش کے ہاں واپس کر دیا جائے گا۔لیکن اگر مسلمانوں کا کوئی شخص قریش کے ہاتھ آ جائے تو ان کو نہ واپس کرنے کا اختیار ہوگا۔حضرت عمرؓ کی غیور طبیعت اس شرط سے نہایت مضطرب ہوئی اور خود سرور کائنات ﷺ کے دربار میں حاضر ہو کر دریافت کیا کہ جب ہم حق پر ہیں تو باطل سے اس قدر دب کر کیوں صلح کرتے ہیں۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، میں خدا کا پیغمبر ہوں اور خدا کے حکم کے خلاف نہیں کرتا۔اس کے بعد حضرت ابوبکرؓ سے بھی یہی گفتگو کی انہوں نے بھی یہی جواب دیا کہ، بعد کو حضرت عمرؓ کو اپنی گفتگو پر ندامت ہوئی اور اس کے کفارے میں کچھ خیرات کی۔(بخاری کتاب الاشروط فی الجہاد والمصالحۃ مع اہل الحرب)

غرض معاہدہ صلح لکھا گیا۔حضرت عمرؓ نے بھی اس پر اپنے دستخط ثبت کئے۔رسول اللہ ﷺ نے مدینہ کا قصد کیا۔راہ میں سورۃ **انا فتحنا لك فتحا مبینا**۔نازل ہوئی رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمرؓ کو بلا کر سنایا اور فرمایا کہ آج ایسی سورۃ نازل ہوئی ہے جو مجھ کو دنیا کی تمام چیزوں سے زیادہ محبوب ہے۔(ایضاً کتاب التفسیر سورۂ فتح)

خیبر کا واقعہ

۷ھ میں واقعہ خیبر پیش آیا۔یہاں یہودیوں کے بڑے بڑے مضبوط قلعے تھے جن کا مفتوح ہونا آسان نہ تھا۔پہلے حضرت ابوبکرؓ سپہ سالار ہوئے،ان کے بعد حضرت عمرؓ اس خدمت پر مامور ہوئے۔لیکن یہ فخر حضرت علیؓ کے لئے مقدر ہو چکا تھا۔چنانچہ آخر میں جب آپ کو علم مرحمت ہوا تو آپ کے ہاتھوں خیبر کا رئیس مرحب مارا گیا اور خیبر مفتوح ہوا،رسول اللہ ﷺ نے خیبر کی زمین مجاہدوں کو تقسیم کر دی چنانچہ ایک ٹکڑا ثمغ نامی حضرت عمرؓ کے حصہ میں آیا

۔انہوں نے اس کو راہ خدا میں وقف کر دیا۔اسلام کی تاریخ میں یہ پہلا وقف تھا جو عمل میں آیا۔

فتح مکہ

رسول اللہ ﷺ اور قریش کے درمیان حدیبیہ میں جو معاہدہ ہوا خیبر کے بعد قریش نے اس کو توڑ دیا۔ابوسفیان نے پیش بندی کے خیال سے مدینہ آ کر عذر خواہی کی لیکن رسول اللہ ﷺ خاموش رہے۔اس لئے وہ اٹھ کر ابوبکرؓ اور پھر حضرت عمرؓ کے پاس گیا کہ وہ اس معاملہ کو طے کرا دیں۔حضرت عمرؓ نے اس سختی سے جواب دیا کہ وہ بالکل ناامید ہو گیا غرض نقض عہد کے باعث رسول اللہ ﷺ نے دس ہزار مجاہدین کے ساتھ رمضان ۸ھ میں مکہ کا قصد فرمایا۔قریش میں مقابلہ کی طاقت نہ تھی۔اس لئے انہوں نے کوئی مزاحمت نہ کی اور رسول اللہ ﷺ نہایت جاہ وجلال کے ساتھ مکہ میں فاتحانہ داخل ہوئے اور باب کعبہ پر کھڑے ہو کر نہایت فصیح وبلیغ تقریر کی جو تاریخوں میں بعینہ مذکور ہے۔

غزوۂ حنین

فتح مکہ کے بعد اسی سال ہوازن کی لڑائی پیش آئی جو غزوۂ حنین کے نام سے مشہور ہے، حضرت عمرؓ اس جنگ میں بھی نہایت ثابت قدمی اور جواں مردی کے ساتھ شریک کارزار رہے، پھر ۹ ہجری میں یہ خبر مشہور ہوئی کہ قیصر روم عرب پر حملہ آور ہونا چاہتا ہے رسول اللہ ﷺ نے تمام صحابہؓ کو تیاری کا حکم دیا اور جنگی تیاریوں کے لئے زرومال سے اعانت کی ترغیب دلائی اکثر صحابہؓ نے بڑی بڑی رقمیں پیش کیں۔حضرت عمرؓ نے اس موقع پر اپنے تمام مال واملاک کا آدھا حصہ لا کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا۔(ترمذی فضائل ابی بکرؓ۔لیکن ترمذی سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ حضرت عمرؓ نے اس موقع پر یہ رقم پیش کی تھی، البتہ اور تاریخ سے ثابت ہوتا ہے)۔

حجۃ الوداع

۱۰ھ میں رسول اللہ ﷺ حجۃ الوداع کے لئے تشریف لے گئے۔حضرت عمرؓ بھی ہمرکاب تھے، اس حج سے واپس آنے کے بعد ابتداء ماہ ربیع الاول دوشنبہ کے دن رسول

کریم ﷺ بیمار ہو گئے اور دس روز کی مختصر علالت کے بعد ۱۲ ربیع الاول دوشنبہ کے دن دو پہر کے وقت آپ کا وصال ہو گیا۔عام روایت یہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے از خود مسجد نبوی ﷺ میں اعلان کیا کہ جو شخص یہ کہے گا کہ رسول اللہ ﷺ نے وفات پائی اس کو قتل کر ڈالوں گا۔شاید اس میں یہ بھی مصلحت ہو کہ منافقین کو فتنہ پردازی کا موقع نہ ملے، پھر بھی فتنہ سقیفہ بنی ساعدہ کھڑا ہی ہو گیا۔

اگر حضرت عمرؓ اور حضرت ابوبکرؓ صدیق وقت پر پہنچ کر اپنے عقل سے اس گتھی کو نہ سلجھاتے تو کیا عجب تھا کہ یہی فتنہ شمع اسلام کو ہمیشہ کے لئے گل کر دیتا۔لیکن انصار کے ساتھ بہت بحث ومباحثہ کے بعد حضرت عمرؓ نے حضرت ابوبکرؓ صدیق کے ہاتھ پر بیعت کر لی اور اس کے بعد اور لوگوں نے بیعت کی۔(بخاری کتاب المناقب فضائل ابی بکر رضی اللہ عنہ)

حضرت ابوبکرؓ صدیق کی خلافت صرف سوا دو برس رہی ان کے عہد میں جس قدر بڑے بڑے کام انجام پائے سب میں حضرت عمرؓ شریک رہے۔قرآن شریف کی تدوین کا کام خاص ان کے مشورہ اور اصرار سے عمل میں آیا۔(بخاری کتاب ابواب فضائل القرآن، باب جمع القرآن)

غرض حضرت ابوبکرؓ کو اپنے عہد خلافت میں تجربہ ہو چکا تھا کہ منصب خلافت کیلئے عمر فاروقؓ سے زیادہ کوئی شخص موزوں نہیں ہو سکتا۔چنانچہ انہوں نے وفات کے قریب اکابر صحابہ سے مشورہ کے بعد ان کو اپنے بعد خلیفہ نامزد کیا اور آئندہ کے لئے مفید اور مؤثر نصیحتیں کیں جو حضرت عمرؓ کے لئے نہایت عمدہ دستور العمل ثابت ہوئیں۔

حضرت ابوبکر صدیق کے بعد

حضرت ابوبکرؓ نے تریسٹھ سال کی عمر میں اواخر جمادی الثانی دوشنبہ کے روز وفات پائی اور حضرت عمرؓ فاروق مسند آرائے خلافت ہوئے۔خلیفۂ سابق کے عہد میں مدعیان نبوت، مرتدین عرب اور منکرین زکوٰۃ کا خاتمہ ہو کر فتوحات ملکی کا آغاز ہو چکا تھا۔یعنی ۱۲ھ میں عراق پر لشکر کشی ہوئی اور حیرہ کے تمام اضلاع میں پھیل گئیں۔ان مہمات کا آغاز ہی

تھا کہ خلیفۂ وقت نے انتقال کیا۔حضرت عمرؓ نے عنان حکومت ہاتھ میں لی تو ان کا سب سے اہم فرض ان ہی مہمات کو تکمیل تک پہنچانا تھا۔

عراق کی فتوحات

سیرت صدیقؓ میں ہے کہ عراق پر حملے کے کیا وجوہ واسباب تھے، یہاں مختصر یہ کہ خالد بن ولید باتقیا، کسکر اور حیرہ کے اضلاع کو فتح کر چکے تھے کہ حضرت ابوبکرؓ کے حکم سے مثنیٰ بن حارثہ کو اپنا جانشین کر کے مہم شام کی اعانت کے لئے ان کو شام جانا پڑا۔حضرت خالد بنؓ ولید کا جانا تھا کہ عراق کی فتوحات دفعتہً رک گئیں۔

حضرت عمرؓ کی خلافت

حضرت عمرؓ اپنی خلافت کے بعد سب سے پہلے مہم عراق کی تکمیل کی طرف متوجہ ہوئے ۔بیعت خلافت کے لئے عرب کے مختلف حصوں سے بے شمار آدمی آئے تھے۔اس موقع کو غنیمت سمجھ کر مجمع عام میں آپ نے جہاد کا وعظ کیا۔لیکن چونکہ عام خیال تھا کہ عراق حکومت فارسی کا پایۂ تخت ہے اور اس کا فتح ہونا نہایت دشوار ہے، اس لئے ہر طرف سے صدائے برنخاست کا معاملہ رہا۔حضرت عمرؓ نے کئی دن تک وعظ کیا لیکن کچھ اثر نہ ہوا، آخر چوتھے دن ایسی پُر جوش تقریر کی کہ حاضرین کے دل دہل گئے، مثنیٰ شیبانی نے کہا کہ ''مسلمانو! میں نے مجوسیوں کو آزمالیا ہے وہ مرد میدان نہیں ہیں ۔ہم نے عراق کے بڑے بڑے اضلاع فتح کر لئے ہیں اور عجمی اب ہمارا لوہا مان گئے ہیں ۔اسی طرح قبیلہ ثقیف کے سردار ابوعبید ثقفی نے جوش میں آ کر کہا ''**انا لھذا**'' یعنی اس کے لئے میں ہوں'' ابوعبید کی بیعت نے تمام حاضرین کو گرما دیا اور ہر طرف سے آوازیں اٹھیں کہ ہم بھی حاضر ہیں ۔حضرت عمرؓ نے مدینہ اور اس کے مضافات سے ایک ہزار اور دوسری روایت کے مطابق پانچ ہزار آدمی انتخاب کئے اور ابوعبید کو سپہ سالار مقرر کر کے روانہ کیا۔

حضرت ابوبکرؓ کے عہد میں عراق پر جو حملہ ہوا اس نے ایرانیوں کو بیدار کر دیا تھا چنانچہ گورنر خراسان کے بیٹے رستم کو جو نہایت شجاع اور مدبر تھا دربار میں طلب کر کے وزیر جنگ بنایا

اور تمام اہل فارس کو اتحاد و اتفاق پر آمادہ کیا، نیز مذہبی حمیت کا جوش دلا کر نئی روح پیدا کر دی، اس طرح دولت کیانی نے پھر وہی قوت پیدا کر لی جو ہرمز پرویز کے زمانہ میں اس کو حاصل تھی۔

● رستم نے ابوعبیدؓ کے پہنچنے سے پہلے ہی اضلاع فرات میں غدر کرا دیا اور جو مقامات مسلمانوں کے قبضے میں آ چکے تھے وہ ان کے قبضہ سے نکل گئے ۔پوران دخت نے ایک اور زبردست فوج رستم کی اعانت کے لئے تیار کی اور نرسی و جابان کو سپہ سالار مقرر کیا، یہ دونوں دو راستوں سے روانہ ہوئے۔جابان کی فوج نمازق پہنچ کر ابوعبیدؓ کی فوج سے برسر پیکار ہوئی اور بری طرح شکست کھا کر بھاگی۔ایرانی فوج کے مشہور افسر جوشن شاہ اور مروان شاہ مارے گئے ۔جابان گرفتار ہوا مگر اس حیلہ سے بچ گیا کہ جس شخص نے اس کو گرفتار کیا تھا وہ پہچانتا نہ تھا جابان نے اس سے کہا کہ میں بڑھاپے میں تمہارے کس کام کا ہوں، معاوضے میں دو غلام لے لو اور مجھے چھوڑ دو۔اس نے منظور کر لیا بعد کو معلوم ہوا کہ یہ جابان تھا، لوگوں نے غل مچایا کہ ایسے دشمن کو چھوڑنا نہیں چاہئے لیکن ابوعبیدؓ نے کہا کہ اسلام میں بدعہدی جائز نہیں۔

● ابوعبیدؓ نے جابان کو شکست دینے کے بعد سقاطیہ میں نرسی کی فوج گراں کو بھی شکست دی۔اس کا اثر یہ ہوا کہ قرب وجوار کے تمام رؤسا خود بخود مطیع ہو گئے ۔نرسی وجابان کی ہزیمت سن کر رستم نے مروان شاہ کو چار ہزار کی جمعیت کے ساتھ ابوعبیدؓ کے مقابلہ میں روانہ کیا۔ابوعبیدؓ نے فوجی افسروں کے شدید اختلاف کے باوجود فرات سے پار اتر کر غنیم سے نبرد آزمائی کی ۔چونکہ اس پار کا میدان تنگ اور ناہموار تھا۔نیز عربی دلاروں کے لئے ایران کے کوہ پیکر ہاتھیوں سے یہ پہلا مقابلہ تھا۔اس لئے مسلمانوں کو سخت ہزیمت ہوئی اور نو ہزار فوج میں سے صرف تین ہزار باقی بچی۔

حضرت عمرؓ کا خطاب

حضرت عمرؓ کو اس شکست نے نہایت جوش پیدا کر دیا۔انہوں نے اپنے پر جوش خطبوں سے تمام قبائل عرب میں آگ لگا دی۔ان کے جوش کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ

نمر و تغلب کے سرداروں نے جو مذہباً عیسائی تھے اپنے قبائل کے مسلمانوں کے ساتھ شرکت کی اور کہا کہ آج عرب و عجم کا مقابلہ ہے۔ اس قومی معرکہ میں ہم بھی قوم کے ساتھ ہیں غرض حضرت عمرؓ نے ایک فوج گراں کے ساتھ جریر بجلی کو میدان رزم کی طرف روانہ کیا۔ یہاں مثنیٰ نے بھی سرحد کے عربی قبائل کو جوش دلا کر ایک زبردست فوج تیار کر لی تھی۔

● پوران وخت نے ان تیاریوں کا حال سنا تو اپنی فوج خاصہ میں سے بارہ ہزار جنگ آزما بہادر منتخب کر کے مہران بن مہرویہ کے ساتھ مجاہدین کے مقابلہ کے لئے روانہ کئے۔ حیرہ کے قریب دونوں حریف صف آراء ہوئے ایک شدید جنگ کے بعد عجمیوں میں بھگدڑ پڑ گئی۔ مہران بن تغلب کے ایک نوجوان کے ہاتھ سے مارا گیا۔ مثنیٰ نے پل کا راستہ روک دیا اور اتنے آدمیوں کو تہ تیغ کیا کہ کشتوں کے پشتے لگ گئے۔ اس فتح کے بعد مسلمان عراق کے تمام علاقوں میں پھیل گئے۔

● حیرہ کے کچھ فاصلہ پر جہاں آج بغداد آباد ہے وہاں اسی زمانہ میں بہت بڑا بازار لگتا تھا۔ مثنیٰ نے عین بازار کے دن حملہ کیا بازاری جان بچا کر بھاگ گئے اور بیشمار دولت مسلمانوں کے ہاتھ آئی، اسی طرح قرب و جوار کے مقامات میں مسلمانوں کی پیش قدمی شروع ہوگئی۔ سورا، کسکر، صراۃ اور فلالیح وغیرہ پر اسلامی پھریرا لہرانے لگا۔ پایہ تخت ایران میں یہ خبریں پہنچیں تو ایرانی قوم میں بڑا جوش وخروش پیدا ہوگیا۔ حکومت کا نظام بالکل بدل دیا گیا پوران وخت معزول کی گئی، یزدگرد جو سولہ سالہ نوجوان اور خاندان کیانی کا تنہا وارث تھا تخت سلطنت پر بٹھا دیا گیا۔ اعیان و اکابر ملک نے باہم متفق و متحد ہو کر کام کرنے کا ارادہ کیا۔ تمام قلعے اور فوجی چھاؤنیوں کو مستحکم کر دیا گیا۔ اسی کے ساتھ کوشش کی گئی کہ مسلمانوں کے مفتوحہ مقامات میں بغاوت پھیلائی جائے۔ ان انتظامات سے سلطنت ایران میں نئی زندگی پیدا ہوگی۔ اور تمام مفتوح مقامات مسلمانوں کے ہاتھ سے نکل گئے۔ مثنیٰ مجبور ہو کر عرب کی سرحد میں ہٹ آئے اور ربیعہ اور مضر کے قبائل کو جو اطراف عراق میں پھیلے ہوئے تھے، ایک تاریخ معین تک علم اسلامی کے نیچے جمع ہونے کے لئے طلب کیا۔ نیز دربار خلافت کو اہل فارس کی تیاریوں سے مفصل طور پر مطلع کیا۔

● حضرت عمرؓ نے ایرانیوں کی تیاریوں کا حال سن کر حضرت سعد بنؓ ابی وقاص کو جو بڑے رتبہ کے صحابی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ماموں تھے بیس ہزار مجاہدین کے ساتھ مہم عراق کی تکمیل پر مامور کیا۔ اس فوج کی اہمیت کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ اس میں تقریباً ستر ہ صحابی تھے جو سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ غزوۂ بدر میں جوہر شجاعت دکھا چکے تھے۔ تین سو وہ تھے جنہیں الرضوان کا شرف حاصل ہو چکا تھا۔ نیز اسی قدر وہ بزرگ تھے جو فتح مکہ میں موجود تھے اور سات سو ایسے تھے جو خود صحابی نہ تھے لیکن ان کی اولاد ہونے کا فخر رکھتے تھے۔

● حضرت سعد بن ابی وقاص نے شراف پہنچ کر پڑاؤ کیا۔ وہ آٹھ ہزار آدمیوں کے ساتھ مقام ذی قار میں اس عظیم الشان کمک کا انتظار کر رہے تھے کہ اسی اثناء میں ان کا انتقال ہوگیا۔ اس لئے ان کے بھائی مغنی شراف آ کر حضرت سعدؓ بن ابی وقاص سے ملے اور مثنیٰ نے جو ضروری مشورے دیئے تھے ان سے بیان کئے۔

● حضرت عمرؓ نے ایام جاہلیت میں نواح عراق کی سیاحت کی تھی اور وہ اس سرزمین کے چپہ چپہ سے واقف تھے اس لئے انہوں نے خاص طور پر ہدایت کر دی تھی کہ فوج کا جہاں پڑاؤ ہو وہاں کے مفصل حالات لکھ کر آپ کے پاس بھیجے جائیں۔ چنانچہ سعدؓ بن ابی وقاص نے اس مقام کا نقشہ، لشکر کا پھیلاؤ فرودگاہ کی حالت اور رسد کی کیفیت سے ان کو اطلاع دی۔ اسکے جواب میں دربار خلافت سے ایک مفصل بیان آیا جس میں فوج کی نقل و حرکت حملہ کا بندوبست، لشکر کی ترتیب اور فوج کی تقسیم کے متعلق ہدایتیں درج تھیں، اسی کے ساتھ حکم دیا گیا کہ شراف سے بڑھ کر قادسیہ کو میدان کارزار قرار دیں۔ اور اس طرح مورچے جمائیں کہ فارس کی زمین سامنے ہو اور عرب کا پہاڑ حفاظت کا کام دے۔

● حضرت سعدؓ نے دربار خلافت کی ہدایت کے مطابق شراف سے بڑھ کر قادسیہ میں مورچہ جمایا اور نعمان بن مقرن کے ساتھ چودہ نامور اشخاص کو منتخب کر کے دربار ایران میں سفیر بنا کر بھیجا کہ شاہ ایران اور اس کے رفقاء کو اسلام کی ترغیب دیں لیکن جو لوگ

دولت وحکومت کے نشہ میں مخمور تھے ،وہ خانہ بدوش عرب اور ان کے مذہب کو کب خاطر میں لاتے۔ چنانچہ سفارت گئی اور ناکام واپس آئی۔

● اس واقعہ کے بعد کئی مہینے تک دونوں طرف سے سکوت رہا۔رستم ساٹھ ہزار کی فوج کے ساتھ ساباط میں پڑا تھا اور یزدگرد کی تاکید کے باوجود جنگ سے جی چرارہا تھا اور مسلمان آس پاس کے دیہات پر چڑھ جاتے تھے اور رسد کے مویشی وغیرہ حاصل کرلاتے تھے جب اس حالت نے طول کھینچا تو مجبور ہوکر رستم کو مقابلہ کے لئے بڑھنا پڑا۔اور ایرانی فوجیں ساباط سے نکل کر قادسیہ کے میدان میں خیمہ زن ہوئیں۔

● رستم قادسیہ میں پہنچ کر بھی جنگ کو ٹالنے کی کوشش کرتا رہا اور مدتوں سفراء کی آمدورفت اور نامہ وپیام کا سلسلہ جاری رکھا لیکن مسلمانوں کا آخری اور قطعی جواب یہ ہوتا تھا کہ اگر اسلام یا جزیہ منظور نہیں ہے تو تلوار سے فیصلہ ہوگا۔رستم جب مصالحت کی تدبیروں سے مایوس ہوگیا تو سخت برہم ہوا اور قسم کھا کر کہا'' آفتاب کی قسم!اب میں تمام عربوں کو ویران کردوں گا۔

قادسیہ کی فیصلہ کن جنگ

پھر غضب ناک ہوکر فوج کو کمر بندی کا حکم دے دیا اور خود تمام رات جنگی تیاریوں میں مصروف رہا۔صبح کے وقت قادسیہ کا میدان عجمی سپاہیوں سے آدمیوں کا جنگل نظر آنے لگا جس کے پیچھے پیچھے ہاتھیوں کے کالے کالے پہاڑ عجیب خوفناک سماں پیدا کررہے تھے۔

دوسری طرف مجاہدین اسلام کا لشکر جرار صف بستہ کھڑا تھا،اللہ اکبر کے نعروں سے جنگ شروع ہوئی۔دن بھر ہنگامہ محشر برپا رہا۔شام کو جب تاریکی چھاگئی تو دونوں حریف اپنے اپنے خیموں میں واپس آئے،قادسیہ کا یہ پہلا معرکہ تھا اور عربی میں اس کو یوم الارماث کہتے ہیں۔

قادسیہ کی دوسری جنگ

قادسیہ کی دوسری جنگ معرکہ اغواث کے نام سے مشہور ہے۔اس معرکہ میں مہم شام کی چھ ہزار فوج عین جنگ کے وقت پہنچی اور حضرت عمرؓ کے قاصد بھی جن کے ساتھ بیش

قیمت تحائف تھے،عین جنگ کے موقع پر پہنچے اور پکار کر کہا''امیر المومنین نے یہ انعام ان کیلئے بھیجا ہے جو اس کا حق ادا کریں۔''اس نے مسلمانوں کے جوش وخروش کو اور بھی بھڑکا دیا۔تمام دن جنگ ہوتی رہی۔شام تک مسلمان دوہزار اور ایرانی دس ہزار مقتول ومجروح ہوئے لیکن فتح وشکست کا کچھ فیصلہ نہ ہوا۔

تیسرا معرکہ

تیسرا معرکہ یوم العماس کے نام سے مشہور ہے اس میں مسلمانوں نے سب سے پہلے کوہ پیکر ہاتھیوں سے نجات حاصل کرنے کی کوشش کی۔کیونکہ ایرانیوں کے مقابلہ میں مجاہدین اسلام کو ہمیشہ اس کالی آندھی سے نقصان پہنچا تھا،اگرچہ قعقاع نے اونٹوں پر سیاہ جھول ڈال کر ہاتھی کا جواب ایجاد کرایا تھا،تاہم یہ کالے دیو جس طرف جھک پڑتے تھے صف کی صف پس جاتی تھی۔حضرت سعد بن ابی وقاص نے ضخم وسلم وغیرہ پارسی نومسلموں سے اس سیاہ بلا کے متعلق مشورہ طلب کیا۔انہوں نے کہا کہ ان کی آنکھیں اور سونڈ بیکار کردیئے جائیں۔سعدؓ نے قعقاعؓ،جمال اور ربیع کو اس خدمت پر مامور کیا۔ان لوگوں نے ہاتھیوں کو نرغے میں لے لیا اور برچھے مار مار کر آنکھیں بیکار کردیں،قعقاعؓ نے آگے بڑھ کر پیل سفید کی سونڈ پر ایسی تلوار ماری کہ مستک الگ ہوگئی۔جھرجھری لے کر بھاگا،اس کا بھاگنا تھا کہ تمام ہاتھی اس کے پیچھے ہولئے،اس طرح دم کے دم میں یہ سیاہ بادل چھٹ گیا۔

● اب بہادروں کو حوصلہ افزائی کا موقع ملا۔دن بھر ہنگامہ کارزار گرم رہا۔رات کے وقت بھی اس کا سلسلہ جاری رہا اور اس زور کا رن پڑا کہ نعروں کی گرج سے زمین دہل اٹھتی تھی،اسی مناسبت سے اس رات کو لیلۃ الہریر کہتے ہیں۔رستم پامردی اور استقلال کے ساتھ مقابلہ کرتا رہا،لیکن آخر میں زخموں سے چور ہوکر بھاگ نکلا اور ایک نہر میں کود پڑا کہ تیر کر نکل جائے گا،بلال نامی ایک مسلمان سپاہی نے تعاقب کیا اور ٹانگیں پکڑ کر نہر سے باہر کھینچ لایا اور تلوار سے کام تمام کردیا۔رستم کی زندگی کے ساتھ سلطنت ایران کا قسمت کا بھی فیصلہ ہوگیا۔ایرانی سپاہیوں کے

پاؤں اکھڑ گئے مسلمانوں نے دور تک تعاقب کر کے ہزاروں لاشیں میدان میں بچھا دیں۔

● قادسیہ کے معرکوں نے خاندان کسریٰ کی قسمت کا آخری فیصلہ کر دیا۔ درفش کاریانی ہمیشہ کے لئے سرنگوں ہو گیا اور اسلامی حکم نہایت شان وشوکت کے ساتھ ایران کی سرزمین پر لہرانے لگا۔ مسلمانوں نے قادسیہ سے بڑھ کر آسانی کے ساتھ بابل، کوثی بہرہ شیر اور خود نوشیر وانی دارالحکومت مدائن پر قبضہ کرلیا۔ ایرانیوں نے مدائن سے نکل کر جلولاء کو اپنا فوجی مرکز قرار دیا۔ اس دوران میں رستم کے بھائی خرنداد نے حسن تدبیر سے ایک بڑی زبردست فوج جمع کرلی، سعد نے ہاشم بن عتبہ کو جلولاء کی تسخیر پر مامور کیا۔ جلولاء چونکہ نہایت مستحکم مقام تھا، اس لئے مہینوں کے محاصرہ کے بعد مفتوح ہوا۔ یہاں سے قعقاع کی سپردگی میں ایک جمعیت حلوان کی طرف بڑھی اور خسرو شنوم کو شکست دے کر شہر پر قابض ہو گیا۔

● قعقاعؓ نے حلوان میں قیام کیا اور عام منادی کرا دی کہ جو لوگ اسلام یا جزیہ قبول کرلیں گے وہ مامون ومحفوظ رہیں گے۔ اس منادی پر بہت سے امراء اور رؤسا برضا ورغبت اسلام میں آگئے یہ عراق کی آخری فتح تھی، کیونکہ یہاں اس کی حد ختم ہو جاتی ہے۔

● تسخیر عراق کے بعد حضرت عمرؓ کی دلی خواہش تھی کہ جنگ کا سلسلہ منقطع ہو جائے اور وہ فرمایا کرتے تھے کہ ”کاش! ہمارے اور فارس کے درمیان آگ کا پہاڑ ہوتا کہ نہ وہ ہم پر حملہ کر سکتے نہ ہم ان پر چڑھ سکتے۔“ لیکن ایرانیوں کو عراق سے نکل جانے کے بعد کسی طرح چین نہیں آتا تھا، چنانچہ یزدگرد نے معرکہ جلولاء کے بعد مرد کو مرکز بنا کر نئے سرے سے حکومت کے ٹھاٹھ لگائے بعد تمام ملک میں فرامین ونقیب بھیج کر لوگوں کو عربوں کی مقاومت پر آمادہ کیا۔

یزدگرد کے فرامین نے تمام ممالک میں آگ لگا دی اور تقریباً ڈیڑھ لاکھ آدمیوں کا ٹڈی دل قم میں آکر مجتمع ہوا۔ یزدگرد نے مروان شاہ کو سرلشکر مقرر کر کے نہاوند کی طرف روانہ کیا۔ اس معرکہ میں درفش کاویانی جس کو عجم نہایت متبرک سمجھتے تھے، فال نیک کے خیال سے نکالا گیا اور جب مروان شاہ روانہ ہوا تو یہ مبارک پھریرا اس پر سایہ کرتا جاتا تھا۔

● ایرانیوں کی ان تیاریوں کا حال سن کر حضرت عمرؓ نے نعمان بن مقرن کو تیس ہزار کی جمعیت کے ساتھ اس ایرانی طوفان کو آگے بڑھنے سے روکنے کا حکم دیا نہاوند کے قریب دونوں فوجیں سرگرم پیکار ہوئیں اور اس زور کا رن پڑا کہ قادسیہ کے بعد ایسی خونریز جنگ کوئی نہیں ہوئی تھی۔ یہاں تک کہ اس جنگ میں خود اسلامی سپہ سالار نعمانؓ شہید ہو گئے۔ ان کے بعد ان کے بھائی نعیم بن مقرن نے علم ہاتھ میں لے کر بدستور جنگ جاری رکھی اور رات ہوتے ہوتے عجمیوں کے پاؤں اکھڑ گئے۔ مسلمانوں نے ہمدان تک تعاقب کیا۔ اس لڑائی میں تقریباً تین ہزار عجمی کھیت رہے، نتائج کے لحاظ سے مسلمانوں نے اس کا نام ”فتح الفتوح“ رکھا، فیروز جس کے ہاتھ سے حضرت عمرؓ کی شہادت مقدر تھی، اسی لڑائی میں گرفتار ہوا تھا۔

فتوحات شام

ممالک شام میں سے اجنادین بصریٰ اور دوسرے چھوٹے چھوٹے مقامات عہد صدیقی میں فتح ہو چکے تھے۔ حضرت عمرؓ مسند آرائے خلافت ہوئے تو دمشق محاصرہ کی حالت میں تھا، خالدؓ سیف اللہ نے رجب ۱۴ھ میں اپنے حسن تدبیر سے اس کو مسخر کرلیا۔

رومی دمشق کی شکست سے سخت برہم ہوئے اور ہر طرف سے فوجیں جمع کر کے مقام بیسان میں مسلمانوں کے مقابلہ کے لئے جمع ہوئے۔ مسلمانوں نے ان کے سامنے فحل میں پڑاؤ ڈالا۔ عیسائیوں کی درخواست پر معاذ بن جبلؓ سفیر بن کر گئے لیکن مصالحت کی کوئی صورت نہ نکلی۔ آخر کار ذوقعدہ ۱۴ھ میں فحل کے میدان میں نہایت خونریز معرکہ پیش آئے خصوصاً آخری معرکہ نہایت سخت تھا، بالآخر یہ میدان بھی مسلمانوں کے ہاتھ رہا۔ (طبری ص ۲۱۵۸)

غنیم کے پاؤں اکھڑ گئے اور مسلمان اردن کے تمام شہر اور مقامات پر قابض ہو گئے۔ رعایا ذمی قرار دی گئی اور ہر جگہ اعلان کر دیا گیا کہ ”مقتولین کی جان ومال، زمین، مکانات، گرجے اور عبادت گاہیں سب محفوظ ہیں۔“

دمشق اور اردن مفتوح ہو جانے کے بعد مسلمانوں نے حمص کا رخ کیا، راہ میں بعلبک

،حماۃ شیراز اور معرۃ النعمان فتح کرتے ہوئے حمص پہنچے اور اس کا محاصرہ کرلیا۔حمص والوں نے ایک مدت تک مدافعت کرنے کے بعد مصالحت کرلی، سپہ سالار اعظم ابوعبیدہؓ نے عبادہ ابن صامت کو وہاں متعین کرکے لاذقیہ کا رخ کیا اور ایک خاص تدبیر سے اس کے مستحکم قلعوں پر قبضہ کرلیا۔

حمص کی فتح کے بعد اسلامی فوجوں نے ہرقل کے پایہ تخت انطاکیہ کا رخ کیا۔لیکن بارگاہ خلافت سے حکم پہنچا کہ اس سال آگے بڑھنے کا ارادہ نہ کیا جائے، اس لئے فوجیں واپس آگئیں۔
(فتوح الشام ازدی ص ۱۳۱)

میدان یرموک اور شام

دمشق، حمص اور لاذقیہ کی پیہم اور متواتر ہزیمتوں نے قیصر کو سخت برہم کردیا اور وہ نہایت جوش وخروش کے ساتھ مسلمانوں کے مقابلہ کے لئے اپنی شہنشاہی کا پورا زور صرف کرنے پر آمادہ ہوگیا اور انطاکیہ میں فوجوں کا ایک طوفان امنڈ آیا۔حضرت ابوعبیدہؓ نے اس طوفان کو روکنے کے لئے افسروں کے مشورہ سے تمام مفتوحہ کو خالی کرکے دمشق میں اپنی قوت مجتمع کی اور ذمیوں سے جو کچھ جزیہ وصول کیا گیا تھا سب واپس کردیا۔(کتاب الخراج قاضی ابویوسف ص ۲۱)

کیونکہ اب مسلمان ان کی حفاظت کرنے سے مجبور تھے،اس واقعہ کا عیسائیوں اور یہودیوں پر اس قدر اثر ہوا کہ وہ روتے تھے اور جوش کے ساتھ کہتے تھے کہ خدا تم کو جلد واپس لائے۔

● حضرت عمرؓ کو مفتوحہ مقامات سے مسلمانوں کے ہٹ آنے کی خبر ملی تو پہلے وہ بہت رنجیدہ ہوئے لیکن جب معلوم ہوا کہ تمام افسروں کی یہی رائے تھی تو فی الجملہ تسلی ہوگئی اور فرمایا خدا کی اسی میں مصلحت ہوگی۔سعید بنؓ عامر کو ایک ہزار کی جمعیت کے ساتھ مدد کے لئے روانہ کیا اور قاصد کو ہدایت کی کہ خود ایک ایک صف میں جاکر زبانی یہ پیغام پہنچانا۔

الاعمر رضی اللہ عنہ یقرئک الاسلام ویقول لکم یااھل السام اصدقوا اللقاء وشدوا علیھم مثد اللیوث ولیکونوا اھون علیکم من الذر فانا علمنا انکم علیھم منصورون۔

● اردن کی حدود میں یرموک کا میدان ضروریاتِ جنگ کے لحاظ سے نہایت باموقع تھا اس لئے اس اہم معرکہ کے لئے اسی میدان کو منتخب کیا گیا، رومیوں کی تعداد دو لاکھ تھی اس کے مقابلہ میں مسلمانوں کی تعداد صرف تیس ہزار تھی ،لیکن سب کے سب یگانۂ روزگار تھے،اس فوج کی اہمیت کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ تقریباً ایک ہزار ایسے بزرگ تھے جنہوں نے رسول ﷺ کا جمال مبارک دیکھا تھا، سو (۱۰۰) وہ تھے جو غزوۂ بدر میں حضور خیر الانام کے ہمرکاب رہ چکے تھے۔عام مجاہدین بھی ایسے قبائل سے تعلق رکھتے تھے جو اپنی شجاعت اور سپہ گری میں نظیر نہیں رکھتے تھے۔

یرموک کا پہلا معرکہ بے نتیجہ رہا۔پانچویں رجب ۱۵ھ کو دوسرا معرکہ پیش آیا رومیوں کے جوش کا یہ عالم تھا کہ تیس ہزار آدمیوں نے پاؤں میں بیڑیاں پہن لی تھیں کہ بھاگنے کا خیال تک نہ آئے۔ہزاروں پادری اور بشپ ہاتھوں میں صلیب لئے آگے آگے تھے اور حضرت عیسیٰ کا نام لے کر جوش دلاتے تھے۔اس جوش واہتمام کے ساتھ رومیوں نے حملہ کیا،فریقین میں بڑی خونریز جنگ ہوئی لیکن انجام کار مسلمانوں کی ثابت قدمی اور پامردی کے آگے ان کے پاؤں اکھڑ گئے۔تقریباً ایک لاکھ عیسائی کھیت رہے اور مسلمان کل تین ہزار کام آئے ۔قیصر کو اس ہزیمت کی خبر ملی تو حسرت وافسوس کے ساتھ شام کو الوداع کہہ کر قسطنطنیہ کی طرف روانہ ہوگیا۔**(فتوح البلدان بلاذری ص ۱۴۳، واقعات کی تفصیل ازدی سے ماخوذ ہے)**

حضرت عمرؓ نے مژدۂ فتح سنا تو اسی وقت سجدہ میں گر کر خدا کا شکر ادا کیا۔فتح یرموک کے بعد اسلامی فوجیں تمام اطراف ملک میں پھیل گئیں اور قنسرین، انطاکیہ، جومہ، سرمین، توزی، قورس، تل غرار، ولوک، رعیان وغیرہ چھوٹے چھوٹے مقامات نہایت آسانی کے ساتھ فتح ہوگئی۔

بیت المقدس کی فتح

فلسطین کی مہم پر حضرت عمرؓ بن العاص مامور ہوئے تھے۔انہوں نے نابلس، لد ،عمواس، بیت جبرین وغیرہ پر قبضہ کرکے ۱۶ھ میں بیت المقدس کا محاصرہ کیا۔اس اثناء

میں حضرت ابوعبیدہؓ بھی اس مہم سے فارغ ہوکر ان سے مل گئے ۔بیت المقدس کے عیسائیوں نے کچھ دنوں کی مدافعت کے بعد مصالحت پر آمادگی ظاہر کی اور اپنے اطمینان کے لئے یہ خواہش ظاہر کی کہ امیر المومنین خود یہاں آ کر اپنے ہاتھ سے معاہدہ لکھیں ۔حضرت عمرؓ کو اس کی خبر دی گئی ۔انہوں نے اکابر صحابہؓ سے مشورہ کر کے حضرت علیؓ کو نائب مقرر کیا اور رجب ۱۶ھ میں مدینہ سے روانہ ہوئے ۔(طبری ص ۲۴۰۴)

بیت المقدس کا سفر

حضرت عمرؓ کا یہ سفر نامہ نہایت سادگی سے ہوا۔مقام جابیہ میں افسروں نے استقبال کیا اور دیر تک قیام کر کے بیت المقدس کا معاہدۂ صلح ترتیب دیا۔پھر وہاں سے روانہ ہوکر بیت المقدس میں داخل ہوئے ۔پہلے مسجد میں تشریف لے گئے ۔پھر عیسائیوں کے گرجا کی سیر کی ۔نماز کا وقت ہوا تو عیسائیوں نے گرجا میں نماز پڑھنے کی اجازت دی لیکن حضرت عمرؓ نے اس خیال سے کہ آئندہ نسلیں اس کو حجت قرار دے کر مسیحی معبدوں میں دست اندازی نہ کریں، باہر نکل کر نماز پڑھی ۔(فتوح البلدان بلاذری ص ۱۴۷)

بیت المقدس سے واپسی کے وقت حضرت عمرؓ نے تمام ملک کا دورہ کیا۔سرحدوں کا معائنہ کر کے ملک کی حفاظت کا انتظام کیا اور بخیر وخوبی مدینہ واپس تشریف لائے ۔

متفرق معرکے اور فتوحات

بیت المقدس کی فتح کے بعد بھی متفرق معرکے پیش آئے ۔اہل جزیرہ کی مستعدی اور ہرقل کی اعانت سے عیسائیوں نے دوبارہ حمص پر قبضہ کی کوشش کی لیکن ناکام رہے فلسطین کے اضلاع میں قیساریہ نہایت آباد اور پررونق شہر تھا ۔۱۳ھ میں عمرو بنؓ العاص نے اس پر چڑھائی کی ۔۱۸ھ تک متواتر حملوں کے باوجود فتح نہ ہوسکا۔آخر ۱۸ھ کے اخیر میں امیر معاویہؓ نے ایک یہودی کی مدد سے قلعہ پر قبضہ کرلیا اور شہر پر اسلامی پرچم لہرانے لگا۔جزیرہ پر ۱۶ھ میں عبداللہ بن المعتم نے فوج کشی کی ۔تکریت کا ایک مہینہ تک

محاصرہ رہا اور چوبیس دفعہ حملے ہوئے ،آخر میں حسنِ تدبیر سے مسخر ہوا، باقی علاقوں کو عیاض بن غنم نے فتح کیا اسی طرح ۱۶ھ میں مغیرہ بن شعبہ نے خوزستان پر حملہ کیا۔۱۷ھ میں وہ معزول ہوئے اور ان کی جگہ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ مقرر ہوئے ۔انہوں نے نئے سروسامان سے حملہ کیا اور راہواز ،مناذر،سوس ،رامہرز کو فتح کرتے ہوئے خوزستان کے صدر مقام شوستر کا رخ کیا ۔یہ نہایت مستحکم اور قلعہ بند مقام تھا،لیکن ایک شخص کی راہنمائی سے مسلمانوں نے تہ خانہ کی راہ سے گھس کر اس کو مسخر کرلیا۔یہاں کا سردار ہرمزان گرفتار ہوکر مدینہ بھیجا گیا۔وہاں پہنچ کر اس نے اسلام قبول کیا۔(عقدالفرید ابن عبدربہ باب المکیدہ فی الحرب)

فتوحات مصر اور حضرت عمر بن العاص

حضرت عمرو بنؓ العاص نے بہ اصرار فاروق اعظمؓ سے اجازت لے کر چار ہزار فوج کے ساتھ مصر پر حملہ کیا اور فرمایا بلبیس ،ام دنین وغیرہ کو فتح کرتے ہوئے فسطاط کے قلعہ کا محاصرہ کرلیا اور حضرت عمرؓ کو امدادی فوج کے لئے لکھا۔انہوں نے دس ہزار فوج اور چار افسر بھیجے ۔زبیر بنؓ العوام ،عبادہ بنؓ صامت ،مقداد بنؓ عمر ،سلمہؓ بن مخلد ،حضرت عمرؓو بن العاص نے حضرت زبیرؓ کو ان کے رتبہ کے لحاظ سے افسر بنایا۔سات مہینے کے بعد حضرت زبیرؓ کی غیر معمولی شجاعت سے قلعہ مسخر ہوا اور وہاں سے فوجیں اسکندریہ کی طرف بڑھیں ۔مقام کربوں میں ایک سخت جنگ ہوئی یہاں بھی عیسائیوں کو شکست ہوئی اور مسلمانوں نے اسکندریہ پہنچ کر دم لیا اور چند دنوں کے محاصرہ کے بعد اس کو بھی فتح کرلیا۔حضرت عمرؓ نے مژدہ فتح سنا تو سجدہ میں گر پڑے اور خدا کا شکر ادا کیا۔(مقریزی ص ۲۶۷)

فتح اسکندریہ کے بعد تمام اسلام کا سکہ بیٹھ گیا اور بہت سے قبطی برضا ورغبت حلقہ بگوش اسلام ہوئے ۔

حضرت عمر بن خطابؓ کی شہادت کا واقعہ

مغیرہ بن شعبہؓ کے ایک پارسی غلام فیروز نامی نے جس کی کنیت ابولولو تھی ،حضرت

عمرؓ سے اپنے آقا کے بھاری محصول مقرر کرنے کی شکایت کی، شکایت بے جا تھی، اس لئے حضرت عمرؓ نے توجہ نہ کی، اس پر وہ اتنا ناراض ہوا کہ صبح کی نماز میں خنجر لے کر اچانک حملہ کر دیا اور متواتر چھ وار کئے، حضرت عمرؓ زخم کے صدمے سے گر پڑے۔ اور حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ نے نماز پڑھائی۔ (متدرک ج ۱ ص ۹۱)

یہ ایسا زخم کاری تھا کہ اس سے آپ جانبر نہ ہو سکے۔ لوگوں کے اصرار سے چھ اشخاص کو منصب خلافت کے لئے نامزد کیا کہ ان میں سے کسی ایک کو جس پر باقی پانچوں کا اتفاق ہو جائے اس منصب کے لئے منتخب کر لیا جائے۔ ان لوگوں کے نام یہ ہیں علیؓ، عثمانؓ زبیرؓ طلحہؓ سعدؓ بن ابی وقاص، عبدالرحمن بن عوفؓ، اس مرحلہ سے فارغ ہونے کے بعد حضرت عائشہؓ سے رسول اللہ ﷺ کے پہلو میں دفن ہونے کی اجازت لی۔ (ایضاً ص ۹۱، ۹۳)

اس کے بعد مہاجرین انصار، اعراب اور اہل ذمہ کے حقوق کی طرف توجہ دلائی اور اپنے صاحبزادے عبداللہؓ کو وصیت کی کہ مجھ پر جس قدر قرض ہو اگر وہ میرے متروکہ مال سے ادا ہو سکے تو بہتر ہے۔ ورنہ خاندان عدی سے درخواست کرنا اور اگر ان سے نہ ہو سکے تو کُل قریش سے، لیکن قریش کے سوا اور کسی کو تکلیف نہ دینا۔ غرض اسلام کا سب سے بڑا پیرو ہر قسم کی ضروری وصیتوں کے بعد تین دن بیمار رہ کر محرم کی پہلی تاریخ ہفتہ کے دن ۲۴ھ میں واصل بحق ہوا اور اپنے محبوب آقا کے پہلو میں ہمیشہ کے لئے میٹھی نیند سو رہا۔

حضرت عمرؓ کی بیویاں اور اولادیں

حضرت عمرؓ نے مختلف اوقات میں متعدد نکاح کئے جو الگ الگ وقتوں میں آپ کی خدمت میں رہیں۔ ان کے ازواج کی تفصیل یہ ہے۔

۱۔ زینب، ہمشیرہ عثمان بن مظعون۔ مکہ میں مسلمان ہو کر مریں۔

(طبقات ابن سعد تذکرہ عمر بنؓ الخطاب)

۲۔ قریبہ بنت میۃ المخزومی۔ مشرکہ ہونے کے باعث انہیں طلاق دیدی تھی۔

۳۔ ملکیہ بنت جرول۔ مشرکہ ہونے کی وجہ سے ان کو بھی طلاق دیدی۔

۴۔ عاتکہ بنت زید۔ ان کا نکاح پہلے عبداللہ بن ابی بکرؓ سے ہوا تھا، پھر حضرت عمرؓ کے نکاح میں آئیں۔

۵۔ ام کلثوم۔ رسول اللہ ﷺ کی نواسی اور حضرت فاطمہؓ کی نور دیدہ تھیں حضرت عمرؓ نے خاندان نبوت سے تعلق پیدا کرنے کیلئے ۱۷ھ میں چالیس ہزار مہر پر نکاح کیا۔

حضرت عمرؓ کی اولاد میں حضرت حفصہؓ اس لحاظ سے سب سے ممتاز ہیں کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے ازواج مطہرات میں داخل تھیں۔ حضرت عمرؓ نے اپنی کنیت بھی ان ہی کے نام پر رکھی تھی۔

اولاد مذکور کے نام یہ ہیں۔ عبداللہ، عاصم، ابوشحمہ، عبدالرحمن، زید، مجیر، ان سب میں عبداللہ، عبیداللہ اور عاصم اپنے علم وفضل اور مخصوص اوصاف کے لحاظ سے نہایت مشہور ہیں۔ (طبقات ابن سعد تذکرہ عمر بنؓ الخطاب)

حضرت عمرؓ کا نظام خلافت

اسلام میں خلافت کا سلسلہ تو حضرت ابوبکرؓ صدیق کے عہد سے شروع ہوا اور ان کے قلیل زمانہ خلافت میں بھی بڑے بڑے کام انجام پائے لیکن منتظم اور باقاعدہ حکومت کا آغاز حضرت عمرؓ کے عہد سے ہوا۔ انہوں نے نہ صرف قیصر وکسریٰ کی وسیع سلطنتوں کو اسلام کے ممالک محروسہ میں شامل کیا بلکہ حکومت وسلطنت کا باقاعدہ نظام بھی قائم کیا اور اس کو اس قدر ترقی دی کہ حکومت کے جس قدر ضروری شعبے ہیں، سب ان کے عہد میں وجود پذیر ہو چکے تھے، لیکن قبل اس کے کہ ہم نظام حکومت کی تفصیل بیان کریں یہ بتانا ضروری ہے کہ اس حکومت کی ترکیب اور ساخت کیا تھی؟

حضرت عمرؓ کی خلافت جمہوری طرز حکومت سے مشابہ تھی۔ یعنی تمام ملکی وقومی

مسائل مجلس شوریٰ میں پیش ہو کر طے پاتے تھے۔اس مجلس میں مہاجرینؓ وانصار کے منتخب اور اکابر اہل الرائے شریک ہوتے تھے اور بحث ومباحثہ کے بعد اتفاق آراء یا کثرت رائے سے تمام امور کا فیصلہ کرتے تھے۔مجلس کے ممتاز اور مشہور ارکان یہ ہیں:

مجلس شوریٰ کے اہم ممبر

حضرت عثمانؓ ،حضرت علیؓ ،حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ ،حضرت معاذ بن جبلؓ ،حضرت ابی بن کعبؓ ،حضرت زید بن ثابتؓ ۔(کنزالعمال ج ۳ ص ۱۳۴)

مجلس شوریٰ کے علاوہ

مجلس شوریٰ کے علاوہ ایک مجلس عام بھی تھی جس میں مہاجرین وانصار کے علاوہ تمام سرداران قبائل شریک ہوتے تھے۔یہ مجلس نہایت اہم امور کے پیش آنے پر طلب کی جاتی تھی،ورنہ روزمرہ کے کاروبار میں مجلس شوریٰ کا فیصلہ کافی ہوتا تھا۔ان دونوں مجلسوں کے سوا ایک تیسری مجلس بھی تھی جس کو ہم مجلس خاص کہتے ہیں۔اس میں صرف مہاجرین صحابہ شریک ہوتے تھے۔(فتوح البلدان بلاذری ص ۲۷۶)

مجلس شوریٰ کے انعقاد کا طریقہ

مجلس شوریٰ کے انعقاد کا عام طریقہ یہ تھا کہ منادی ”الصلاۃ جامعۃ“ کا اعلان کرتا تھا لوگ مسجد میں جمع ہو جاتے تھے،تو حضرت عمرؓ دو رکعت نماز پڑھ کر مسئلہ بحث طلب کے متعلق مفصل خطبہ دیتے تھے،اس کے بعد ہر ایک کی رائے دریافت کرتے تھے۔(تاریخ طبری ص ۲۵۷۴)

جمہوری حکومت کا مقصد

جمہوری حکومت کا مقصد یہ ہوتا تھا کہ ہر شخص کو اپنے حقوق کی حفاظت اور اپنی رائے کے اعلانیہ اظہار کا موقع دیا جائے۔حاکم کے اختیارات محدود ہوں اور اس کے طریق عمل پر ہر شخص کو نکتہ چینی کا حق ہو۔حضرت عمرؓ کی خلافت ان تمام امور کی جامع تھی ہر شخص

آزادی کے ساتھ اپنے حقوق کا مطالبہ کرتا تھا اور خلیفہ وقت کے اختیارات کے متعلق خود حضرت عمرؓ نے متعدد موقعوں پر تصریح کر دی تھی کہ حکومت کے لحاظ سے ان کی کیا حیثیت ہے۔نمونہ کے لئے ایک تقریر کے چند فقرے درج ذیل ہیں:

”مجھ کو تمہارے مال میں اسی طرح حق ہے جس طرح یتیم کے مال میں اس کے مربی کا ہوتا ہے،اگر میں دولتمند ہوں گا تو کچھ لوں گا اور اگر صاحب حاجت ہوں گا تو اندازہ سے کھانے کے لئے لوں گا،لوگو!میرے اوپر تمہارے متعدد حقوق ہیں جن کا تم کو مجھ سے مواخذہ کرنا چاہئے۔ایک یہ کہ تمہارے روزینے بڑھاؤں اور تمہاری سرحدوں کو محفوظ رکھوں اور یہ کہ تم کو خطروں میں نہ ڈالوں۔“(کتاب الخراج ص ۶۷)

مذکورہ بالا تقریر صرف دلفریب خیالات کی نمائش نہ تھی بلکہ حضرت عمرؓ نہایت سختی کے ساتھ اس پر عامل بھی تھے،واقعات اس کی حرف بحرف تصدیق کرتے ہیں۔ایک دفعہ حضرت حفصہؓ آپ کی صاحبزادی اور رسول اللہ ﷺ کی زوجۂ مطہرہ یہ خبر سن کر کہ مال غنیمت آیا ہے،حضرت عمرؓ کے پاس آئیں اور کہا کہ امیرالمومنین!میں ذوالقربیٰ میں سے ہوں۔اس لئے اس مال میں سے مجھ کو بھی عنایت کیجئے۔حضرت عمرؓ نے جواب دیا کہ ”بیشک تم میرے خاص مال میں حق رکھتی ہو،لیکن یہ تو عام مسلمانوں کا مال ہے،افسوس ہے کہ تم نے اپنے باپ کو دھوکہ دینا چاہا،وہ بے چاری خفیف ہو کر چلی گئیں۔(کنزالعمال ج ۶ ص ۳۵۰)

بیت المال میں احتیاط

ایک دفعہ خود بیمار پڑے لوگوں نے علاج میں شہد تجویز کیا۔بیت المال میں شہد موجود تھا لیکن بلا اجازت نہیں لے سکتے تھے۔مسجد نبویؐ میں جا کر لوگوں سے کہا”کہ اگر آپ اجازت دیں تو تھوڑا سا شہد لے لوں۔(کنزالعمال ج ۶ ص ۳۵۳)

ان چھوٹی چھوٹی باتوں میں جب حضرت عمرؓ کی احتیاط کا یہ حال تھا تو ظاہر ہے کہ مہمات امور میں وہ کس قدر محتاط ہوں گے۔

عوام کو نکتہ چینی کی آزادی

حضرت عمرؓ نے لوگوں کو احکام پر نکتہ چینی کرنے کی ایسی عام آزادی دی تھی کہ معمولی سے معمولی آدمیوں کو خود خلیفۂ وقت پر اعتراض کرنے میں باک نہیں ہوتا تھا۔ایک موقع پر ایک شخص نے کئی بار حضرت عمرؓ کو مخاطب کر کے کہا ''**اتق اللہ یا عمر**''

''اے عمر! خدا سے ڈرو''۔حاضرین میں سے ایک شخص نے اس کو روکنا چاہا۔حضرت عمرؓ نے فرمایا ''نہیں کہنے دو، اگر یہ لوگ نہ کہیں گے تو یہ بے مصرف ہیں اور ہم نہ مانیں تو ہم'' یہ آزادی صرف مردوں تک محدود نہ تھی، بلکہ عورتیں بھی مردوں کے قدم بہ قدم تھیں۔(کتاب الخراج ص ۷)

مہر کی مقدار پر تقریر

ایک دفعہ حضرت عمرؓ مہر کی مقدار کے متعلق تقریر فرما رہے تھے،ایک عورت نے اثنائے تقریر ٹوک دیا اور کہا ''اتق اللہ یا عمر!'' یعنی اے عمرؓ! خدا سے ڈر! اس کا اعتراض صحیح تھا، حضرت عمرؓ نے اعتراف کے طور پر کہا کہ ایک عورت بھی عمرؓ سے زیادہ جانتی ہے۔حقیقت یہ ہے کہ آزادی اور مساوات کی یہی عام ہوا تھی جس نے حضرت عمرؓ کی خلافت کو اس درجہ کامیاب کیا اور مسلمانوں کو جوش استقلال اور عزم وثبات کا مجسم پتلا بنا دیا۔

صوبوں اور ضلعوں کی تقسیم

خلافت فاروقی کی ترکیب اور ساخت کے بعد فاروق اعظمؓ نے اپنے عہد مبارک میں نظام حکومت کے سلسلے میں سب سے پہلا کام ملک کو صوبوں اور ضلعوں میں تقسیم کرنا ہے اسلام میں سب سے پہلے حضرت عمرؓ نے اس کی ابتدا کی اور تمام ممالک مفتوحہ کو آٹھ صوبوں میں تقسیم کیا۔مکہ، مدینہ، شام، جزیرہ، بصرہ، کوفہ، مصر، فلسطین، ان صوبوں کے علاوہ تین صوبے اور تھے، خراسان، آذربائیجان، فارس، ہر صوبہ میں مفصلہ ذیل بڑے بڑے عہدہ دار رہتے تھے۔والی یعنی حاکم صوبہ، کاتب یعنی میر منشی، کاتب دیوان یعنی فوجی محکمہ کا میر منشی

،صاحب الخراج یعنی کلکٹر ،صاحب احداث یعنی افسر پولیس ،صاحب بیت المال ،یعنی افسر خزانہ، قاضی یعنی جج، چنانچہ کوفہ میں عمار بن یاسرؓ والی، عثمان بنؓ حنیف کلکٹر، عبداللہ بنؓ مسعود افسر خزانہ، شریحؓ، قاضی، اور عبداللہؓ بن خزاعی کاتب دیوان تھے۔(طبری ص ۲۶۴۱)

عہدے داروں کا انتخاب

بڑے بڑے عہدہ داروں کا انتخاب عموماً مجلس شوریٰ میں ہوتا تھا۔حضرت عمرؓ کسی لائق راستباز اور متدین شخص کا نام پیش کرتے تھے۔اور چونکہ حضرت عمرؓ میں جوہر شناسی کا مادہ فطرتاً تھا اس لئے ارباب مجلس عموماً ان کے انتخاب کو پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھتے تھے اور اس شخص کے تقرر پر اتفاق رائے کر لیتے تھے۔چنانچہ نہاوند کی عظیم الشان مہم کے لئے نعمان ابن مقرن کا اسی طریقہ سے انتخاب ہوا تھا۔(استیعاب تذکرہ نعمان)

حکام کی خاص نگرانی

خلیفۂ وقت کا سب سے بڑا فرض حکام کی نگرانی اور قوم کے اخلاق وعادات کی حفاظت ہے۔حضرت عمرؓ اس فرض کو نہایت اہتمام کے ساتھ انجام دیتے تھے، وہ اپنے ہر عامل سے عہد لیتے تھے کہ ترکی گھوڑے پر سوار نہ ہوگا، باریک کپڑے نہ پہنے گا، چھنا ہوا آٹا نہ کھائے گا۔دروازہ پر دربان نہ رکھے گا۔اہل حاجت کے لئے دروازہ ہمیشہ کھلا رکھے گا۔(طبری ص ۲۷۴۷)

اسی کے ساتھ اس کے مال واسباب کی فہرست تیار کرا کے محفوظ رکھتے تھے اور جب کسی عامل کی مالی حالت میں غیر معمولی اضافہ کا علم ہوتا تھا تو جائزہ لے کر آدھا مال بٹا لیتے تھے۔

(فتوح البلدان ص ۲۱۹)

اور بیت المال میں داخل کر دیتے تھے۔ایک دفعہ بہت سے عمال اس بلا میں مبتلا ہوئے خالد بن صعق نے اشعار کے ذریعہ سے حضرت عمرؓ کو اطلاع دی۔انہوں نے سب کی املاک کا جائزہ لے کر آدھا آدھا مال بٹا لیا اور بیت المال میں داخل کر لیا۔موسم حج میں اعلان عام تھا کہ جس عامل سے کسی کو شکایت ہو وہ فوراً بارگاہ خلافت میں پیش کرے۔

(تاریخ طبری ص ۲۶۸)

عاملوں کی شکایات

ایک دفعہ ایک شخص نے شکایت کی کہ آپ کے فلاں عامل نے مجھ کو بے قصور کوڑے مارے ہیں۔حضرت عمرؓ نے مستغیث کو حکم دیا کہ وہ مجمع عام میں اس عامل کو کوڑے لگائے۔حضرت عمرو بن العاص نے التجا کی کہ عمال پر یہ امر گراں ہوگا۔حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ ''یہ نہیں ہوسکتا ہے کہ میں ملزم سے انتقام نہ لوں۔عمروؓ بن العاص نے منت سماجت کر کے مستغیث کو راضی کیا کہ ایک ایک تازیانے کے عوض دو دو اشرفیاں لے کر اپنے حق سے باز آئے۔(کتاب الخراج ص ۶۶)

معزولی اور مؤاخذہ میں کوئی رعایت نہیں

حضرت خالد سیف اللہ جو اپنی جانبازی اور شجاعت کے لحاظ سے تاج اسلام کے گوہر شاہوار اور اپنے زمانہ کے نہایت ذی عزت اور صاحب اثر بزرگ تھے محض اس لئے معزول کر دیئے گئے کہ انہوں نے ایک شخص کو انعام دیا تھا۔حضرت عمرؓ کو خبر ہوئی تو انہوں نے حضرت ابوعبیدہؓ سپہ سالار اعظم کو لکھا کہ خالدؓ نے یہ انعام اپنی گرہ سے دیا تو اسراف کیا اور بیت المال سے دیا تو خیانت کی۔دونوں صورتوں میں وہ معزولی کے قابل ہیں۔(ابن اثیر ج ۲ ص ۴۱۸)

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ جو بصرہ کے گورنر تھے،شکایتیں گزریں کہ انہوں نے اسیران جنگ میں سے ساٹھ رئیس زادے منتخب کر کے اپنے لئے رکھ چھوڑے ہیں اور کاروبار حکومت زیاد بن سفیان کے سپرد کر رکھا ہے اور کہ ان کے پاس ایک لونڈی ہے جس کو نہایت اعلیٰ درجہ کی غذا بہم پہنچائی جاتی ہے جو عام مسلمانوں کو میسر نہیں آسکتی۔حضرت عمرؓ نے ابوموسیٰ اشعری سے مؤاخذہ کیا تو انہوں نے دو اعتراضوں کا جواب تشفی بخش دیا۔لیکن تیسری شکایت کا کچھ جواب نہ دے سکے۔چنانچہ لونڈی ان کے پاس سے لے لی گئی۔(طبری ج ۱۲،ص ۲۷۱)

تحقیقات

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے کوفہ میں ایک محل تعمیر کرایا جس میں ڈیوڑھی بھی تھی

،حضرت عمرؓ نے اس خیال سے کہ اہل حاجت کے کام آئے گا محمد بنؓ مسلمہ کو حکم دیا کہ جا کر ڈیوڑھی میں آگ لگا دیں،چنانچہ اس حکم کی تعمیل ہوئی اور حضرت سعد بن ابی وقاصؓ خاموشی سے دیکھتے رہے۔(کنزل العمال ج ۶ ص ۳۵۵)

● عیاض بن غنم عامل مصر کی نسبت شکایت پہنچی کہ وہ باریک کپڑے پہنتے ہیں اور ان کے دروازہ پر دربان مقرر ہے۔حضرت عمرؓ نے محمد بن مسلمہؓ کو تحقیقات پر مامور کیا۔محمد بن مسلمہؓ نے مصر پہنچ کر دیکھا تو واقعی دروازہ پر دربان تھا اور عیاض باریک کپڑے پہنے ہوئے تھے۔اسی ہیئت اور لباس کے ساتھ لے کر مدینہ آئے۔حضرت عمرؓ نے ان کا باریک کپڑا اتروا دیا اور بالوں کا کرتہ پہنا کر جنگل میں بکری چرانے کا حکم دیا۔عیاضؓ کو انکار کی مجال نہ تھی۔مگر بار بار کہتے تھے،اس سے مرجانا بہتر ہے۔حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ یہ تو تمہارا آبائی پیشہ ہے،اس میں عار کیوں ہے؟ عیاض نے دل سے توبہ کی اور جب تک زندہ رہے اپنے فرائض نہایت خوش اسلوبی سے انجام دیتے رہے۔(کتاب الخراج ص ۶۶۱)

عام مسلمانوں کی نگرانی

حکام کے علاوہ عام مسلمانوں کی اخلاقی اور مذہبی نگرانی کا خاص اہتمام تھا۔حضرت عمرؓ جس طرح خود اسلامی اخلاق کا مجسم نمونہ تھے،چاہتے تھے کہ اسی طرح تمام قوم مکارم اخلاق سے آراستہ ہوجائے،انہوں نے عرب جیسی فخار قوم سے فخر وغرور کی تمام علامتیں مٹا دیں،یہاں تک کہ آقا اور نوکر کی تمیز باقی نہ رہنے دی۔ایک دن صفوان بن امیہ نے ان کے سامنے ایک خوان پیش کیا۔حضرت عمرؓ نے فقیروں اور غلاموں کو ساتھ بٹھا کر کھانا کھلایا اور فرمایا کہ خدا ان لوگوں پر لعنت کرے جن کو غلاموں کے ساتھ کھانے میں عار آتا ہے۔(ادب المفرد باب اہل مجلس خادمہ معہ اذا اکل)

حضرت اُبی بن کعب کا معاملہ

ایک دفعہ حضرت ابی بن کعبؓ جو بڑے رتبہ کے صحابی تھے مجلس سے اٹھے تو لوگ ادب اور تعظیم کے خیال سے ساتھ ساتھ چلے۔اتفاق سے حضرت عمرؓ آنکلے،یہ حالت دیکھ

کراپی بن کعبؓ کو ایک کوڑا لگایا، ان کو نہایت تعجب ہوا اور کہا خیر تو ہے؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا "تمہیں معلوم نہیں ہے کہ یہ امر متبوع کے لئے فتنہ اور تابع کے لئے ذلت ہے۔"

شعر و شاعری کے ذریعہ ہجو و بدگوئی عرب کا عام مذاق تھا۔ حضرت عمرؓ نے نہایت سختی سے اس کو بند کر دیا۔ حطیہ اس زمانہ کا مشہور ہجو گوئی شاعر تھا، حضرت عمرؓ نے اس کو قید کر دیا اور آخر اس شرط پر رہا کیا کہ پھر کسی کی ہجو نہیں لکھے گا۔ (اسد الغابۃ تذکرہ زبرقان)

معاشرے کی اصلاح

ہوا پرستی، رندی اور آوارگی کی نہایت شدت سے روک تھام کی۔ شعراء کو عشقیہ اشعار میں عورتوں کا نام لینے سے قطعی طور پر منع کر دیا۔ شراب خوری کی سزا سخت کر دی۔ چالیس درے سے اسی درے کر دیئے۔

سادگی کا خیال

حضرت عمرؓ کو اس کا بڑا خیال تھا کہ لوگ عیش پرستی اور تنعم کی زندگی میں مبتلا ہو کر سادگی کے جوہر سے معرانہ ہو جائیں۔ افسروں کو خاص طور پر عیسائیوں اور پارسیوں کے لباس اور طرز معاشرت کے اختیار کرنے پر چشم نمائی فرمایا کرتے تھے، سفر شام میں مسلمان افسروں کے بدن پر حریر دیبا کے حلے اور پر تکلف قبائیں دیکھ کر اس قدر خفا ہوئے کہ ان کو سنگریزے مارے اور فرمایا تم اس وضع میں میرا استقبال کرتے ہو۔ (طبری ص ۲۴۳)

● مسلمانوں کو اخلاق ذمیمہ سے باز رکھنے کے ساتھ ساتھ مکارم اخلاق کی بھی خاص طور پر تعلیم دی۔ مساوات اور عزت نفس کا خاص خیال رکھتے تھے اور تمام عمال کو ہدایت تھی کہ مسلمانوں کو مارا نہ کریں اس سے وہ ذلیل ہو جائیں گے۔ (ابن سعد قسم اول جزو ۳ ص ۲۰۱)

ملکی نظم و نسق

شام و ایران فتح ہوا تو لوگوں کی رائے ہوئی کہ مفتوحہ علاقے امرائے فوج کی

جاگیر میں دے دیئے جائیں۔ حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ کہتے تھے کہ جن کی تلواروں نے ملک فتح کیا ہے ان ہی کا قبضہ بھی حق ہے۔ حضرت بلالؓ کو اس قدر اصرار تھا کہ حضرت عمرؓ نے دق ہو کر فرمایا "**اللهم اكفنى بلالاً**"، لیکن خود حضرت عمرؓ کی رائے تھی کہ زمین حکومت کی ملک اور باشندوں کے قبضہ میں رہنے دی جائے، حضرت علیؓ، حضرت عثمانؓ اور حضرت طلحہؓ بھی حضرت عمرؓ کے ہم آہنگ تھے، غرض مجلس عام میں مسئلہ پیش ہوا اور بحث و مباحثہ کے بعد فاروقؓ اعظم کی رائے پر فیصلہ ہوا۔ (کتاب الخراج ص ۱۴، ۱۵)

پیمائش کا نظم

عراق کی پیمائش کرائی، قابل زراعت اراضی کا بندوبست کیا، عشر و خراج کا طریقہ قائم کیا۔ عشر کا طریقہ رسول اللہ ﷺ اور حضرت صدیقؓ کے زمانہ میں جاری ہو چکا تھا لیکن خراج کا طریقہ اس قدر منضبط نہیں ہوا تھا، اسی طرح شام و مصر میں بھی لگان تشخیص کیا لیکن وہاں قانون ملکی حالات کے لحاظ سے عراق سے مختلف تھا۔ تجارت پر عشر یعنی چنگی لگائی گئی۔ اسلام میں یہ خاص حضرت عمرؓ کی ایجاد ہے اور اس کی ابتداء یوں ہوئی کہ مسلمان جو غیر ممالک میں تجارت کے لئے جاتے تھے ان کو دس فیصدی ٹیکس دینا پڑتا تھا، حضرت عمرؓ کو معلوم ہوا تو انہوں نے بھی غیر ملکی مال پر ٹیکس لگا دیا۔ اسی طرح تجارتی گھوڑوں پر بھی زکوٰۃ حضرت عمرؓ کے حکم سے قائم کی ورنہ گھوڑے مستثنیٰ تھے، اس سے یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ نعوذ باللہ حضرت عمرؓ نے رسول اللہ ﷺ کی مخالفت کی۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جو الفاظ فرمائے تھے اس سے بظاہر سواری کے گھوڑے مفہوم ہوتے ہیں، اس لئے تجارت کے گھوڑے مستثنیٰ کرنے کی کوئی وجہ نہ تھی۔

مردم شماری کا نظام

حضرت عمرؓ نے تمام ملک میں مردم شماری کرائی۔ اضلاع میں باقاعدہ عدالتیں قائم کیں، محکمہ قضا کے لئے اصول و قوانین بنائے۔ قاضیوں کی بیش قرار تنخواہیں مقرر کیں تا کہ یہ

لوگ رشوت ستانی سے محفوظ رہیں، چنانچہ سلمانؓ، ربیعہؓ اور قاضی شریحؓ کی تنخواہیں پانچ پانچ سو درہم ماہانہ تھی۔(فتح القدیر حاشیہ ہدایہ ج ۲ ص ۲۴۷)

اور حضرت امیر معاویہؓ کی تنخواہ ایک ہزار دینار تھی۔(استیعاب تذکرۂ امیر معاویہؓ)

دار الافتاء کا قیام

حل طلب مسائل کے لئے شعبۂ افتاء قائم کیا۔حضرت علیؓ،حضرت عثمانؓ،حضرت معاذ بنؓ جبل،حضرت عبدالرحمن بنؓ عوف،حضرت ابی بنؓ کعب،حضرت زید بنؓ ثابت اور حضرت ابودرداؓ اس شعبے کے ممتاز رکن تھے۔

پولیس کا نظام

ملک میں امن وامان قائم رکھنے کے لئے حضرت عمرؓ نے احداث یعنی پولیس کا محکمہ قائم کیا۔اس کے افسر کا نام ''صاحب الاحداث'' تھا،حضرت ابوہریرہؓ کو بحرین کا صاحب الاحداث بنادیا تو ان کو خاص طور پر ہدایت کی کہ امن وامان قائم رکھنے کے علاوہ احتساب کی خدمت بھی انجام دیں،احتساب کے متعلق جو کام ہیں،مثلاً دوکاندار ناپ تول میں کمی نہ کریں ،کوئی شخص شاہراہ پر مکان نہ بنائے ،جانوروں پر زیادہ بوجھ نہ لادا جائے ،شراب اعلانیہ نہ بکنے پائے۔اس قبیل کے اور بہت سے امور کی نگرانی کا جن کا تعلق پبلک مفاد اور احترام شریعت سے تھا،پورا انتظام تھا اور صاحبان احداث (افسران پولیس) اس خدمت کو انجام دیتے تھے۔

جیل خانہ کا نظم

عہد فاروقی سے پہلے عرب میں جیل خانوں کا نام ونشان نہ تھا،حضرت عمرؓ نے اول مکہ معظمہ میں صفوان بن امیہ کا مکان چار ہزار درہم پر خرید کر اس کو جیل خانہ بنایا۔(مقریزی ج ۲ ص ۱۸۷)

پھر اور اضلاع میں بھی جیل خانہ بنوائے۔جلاوطنی کی سزا بھی حضرت عمرؓ ہی کی ایجاد ہے۔چنانچہ ابومحجن ثقفی کو بار بار شراب پینے کے جرم میں ایک جزیرہ میں جلاوطن کردیا تھا۔(اسد الغابہ)

بیت المال کا قیام

خلافت فاروقی سے پہلے مستقل خزانہ کا وجود نہ تھا بلکہ جو کچھ آتا اسی وقت تقسیم کردیا جاتا تھا۔ابن سعد کی ایک روایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے ایک مکان بیت المال کے لئے خاص کرلیا تھا لیکن وہ ہمیشہ بند پڑا رہتا تھا اور اس میں کچھ داخل کرنے کی نوبت ہی نہیں آتی تھی۔چنانچہ ان کی وفات کے وقت بیت المال کا جائزہ لیا گیا تو صرف ایک درہم نکلا۔

حضرت عمرؓ نے تقریباً ۱۵ھ میں ایک مستقل خزانہ کی ضرورت محسوس کی اور مجلس شوریٰ کی منظوری کے بعد مدینہ منورہ میں بہت بڑا خزانہ قائم کیا۔دار الخلافہ کے علاوہ تمام اضلاع اور صوبہ جات میں بھی اس کی شاخیں قائم کی گئیں اور ہر جگہ اس محکمہ کے جداگانہ افسر مقرر ہوئے۔مثلاً اصفہان میں خالد بن حارثؓ اور کوفہ میں عبداللہ بن مسعودؓ خزانہ کے افسر تھے۔صوبہ جات اور اضلاع کے بیت المال میں مختلف آمدنیوں کی جو رقم آتی تھی وہ وہاں کے سالانہ مصارف کے بعد اختتام سال پر صدر خزانہ یعنی مدینہ منورہ کے بیت المال میں منتقل کردی جاتی تھی۔صدر بیت المال کی وسعت کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ دار الخلافہ کے باشندوں کی جو تنخواہیں اور وظائف مقرر تھے،صرف اس کی تعداد تین کروڑ درہم تھی۔بیت المال کے حساب کتاب کے لئے مختلف رجسٹر بنوائے۔اس وقت تک کسی مستقل سنہ کا عرب میں رواج نہ تھا۔حضرت عمرؓ نے ۱۶ھ میں سنہ ہجری ایجاد کرکے یہ کمی بھی پوری کردی۔

سرکاری عمارتوں کی تعمیرات

اسلام کا دائرہ حکومت جس قدر وسیع ہوتا گیا،اسی قدر تعمیرات کا کام بھی بڑھتا گیا۔حضرت عمرؓ کے عہد میں اس کے لئے کوئی مستقل صیغہ نہ تھا تاہم صوبہ جات کے عمال اور حکام کی نگرانی میں تعمیرات کا کام نہایت منتظم اور وسیع طور پر جاری تھا،ہر جگہ حکام کے بودوباش کے لئے سرکاری عمارتیں تیار ہوئیں۔رفاہ عام کیلئے سڑک، پُل اور مسجدیں تعمیر کی گئیں۔فوجی ضروریات کے لحاظ سے قلعے، چھاؤنیاں اور بارکیں تعمیر ہوئیں۔مسافروں کے لئے

مہمان خانے بنائے گئے۔ خزانہ کی حفاظت کے لئے بیت المال کی عمارتیں تیار ہوئیں۔ حضرت عمرؓ تعمیرات کے باب میں نہایت کفایت شعار تھے لیکن بیت المال کی عمارتیں عموماً شاندار اور مستحکم بنواتے تھے۔ چنانچہ کوفہ کے بیت المال کو روزبہ نامی ایک مشہور مجوسی معمار نے بنایا تھا اور اس میں خسروان فارس کی عمارت کا مسالحہ استعمال کیا گیا تھا۔ (طبری ذکر آبادی کوفہ)

چوکیاں اور سرائیں

مکہ معظّمہ اور مدینہ منورہ میں جو خاص تعلق ہے اس کے لحاظ سے ضروری تھا کہ ان دونوں شہروں کے درمیان راستہ کو سہل اور آرام دہ بنایا جائے۔ حضرت عمرؓ نے ۱۷ھ میں اس کی طرف توجہ کی اور مدینہ سے لے کر مکہ معظّمہ تک ہر ہر منزل پر چوکیاں، سرائیں اور چشمے تیار کرائے۔ (ایضاً ص ۵۲۹)

نہروں کا انتظام

ترقی زراعت کے لئے تمام ملک میں نہریں کھدوائی گئیں۔ بعض نہریں ایسی تھیں جن کا تعلق محکمہ زراعت سے نہ تھا۔ مثلاً نہر ابی موسیٰ جو محض بصرہ والوں کے لئے شیریں پانی بہم پہنچانے کے خیال سے دجلہ کو کاٹ کر لائی گئی تھی۔ یہ نہر نو میل لمبی تھی۔ (فتوح البلدان ص ۳۶۵)

● اسی طرح نہر معقل جس کی نسبت عربی ضرب المثل ہے **اذا جاء نهر الله بطل نهر المعقل**۔ (ایضاً ص ۳۶۶)

● حضرت سعد بن ابی وقاص گورنر کوفہ نے بھی ایک نہر تیار کرائی جو سعد بن عمرو بن حرام کے نام سے مشہور ہوئی۔ (ایضاً ص ۳۸۳)

اس سلسلہ میں سب سے بڑی اور فائدہ رساں وہ نہر تھی جو نہر امیر المومنین کے نام سے مشہور ہوئی جس کے ذریعہ سے دریائے نیل کو بحر قلزم سے ملا دیا گیا تھا۔ (حسن المحاضرہ سیوطی ص ۶۸)

شہروں کے آباد کرنے کا نظم

مسلمان جب عرب کی گھاٹیوں سے نکل کر شام و ایران کے چمن زار میں پہنچے تو ان

کو یہ ممالک ایسے خوش آئند نظر آئے کہ انہوں نے وطن کو خیرباد کہہ کر یہیں اقامت اختیار کر لی اور نہایت کثرت سے نو آبادیاں قائم کیں۔ حضرت عمرؓ کے عہد میں جو جو شہر آباد ہوئے ان کی ایک اجمالی فہرست درج ذیل ہے۔

بصرہ کی آبادی

۱۴ھ میں عتبہ بن غزوان نے حضرت عمرؓ کے حکم سے اس شہر کو بسایا تھا، ابتدا میں صرف آٹھ سو آدمیوں نے یہاں سکونت اختیار کی لیکن اس کی آبادی بہت جلد ترقی کر گئی۔

یہاں تک کہ زیاد بن ابی سفیان کے عہد امارت میں صرف ان لوگوں کی تعداد جن کے نام فوجی رجسٹر میں درج تھے اسی ہزار اور ان کی آل و اولاد کی ایک لاکھ بیس ہزار تھی، بصرہ اپنی علمی خصوصیات کے لحاظ سے مدتوں مسلمانوں کا مایۂ ناز شہر رہا ہے۔

کوفہ کی آبادی

حضرت سعد بنؓ ابی وقاص نے امیر المومنین کے حکم سے عراق کے قدیم عرب فرمانروا نعمان بن منذر کے پایۂ تخت کو آباد کیا اور اس میں چالیس ہزار آدمیوں کی آبادی کے لائق مکانات بنوائے گئے۔ حضرت عمرؓ کو اس شہر کے بسانے میں غیر معمولی دلچسپی تھی۔ شہر کے نقشہ کے متعلق خود ایک یادداشت لکھ بھیجی۔ اس میں حکم تھا کہ شارع ہائے عام چالیس چالیس ہاتھ چوڑی رکھی جائیں۔ اس سے کم کی مقدار ۳۰۔۳۰ ہاتھ اور ۲۰۔۲۰ ہاتھ سے کم نہ ہو۔ جامع مسجد کی عمارت اس قدر وسیع بنائی گئی تھی کہ اس میں چالیس ہزار آدمی آسانی سے نماز ادا کر سکتے تھے۔ (معجم البلدان ج ۷ کوفہ)

مسجد کے سامنے دو سو ہاتھ لمبا ایک وسیع سائبان تھا جو سنگ رخام کے ستونوں پر قائم کیا گیا تھا۔ یہ شہر حضرت عمرؓ ہی کے عہد میں اس عظمت و شان کو پہنچ چکا تھا کہ وہ اس کو رأس اسلام فرمایا کرتے تھے۔ علمی حیثیت سے بھی ہمیشہ ممتاز رہا ہے۔ امام نخعی، حماد، امام ابو حنیفہ اور امام شعبی اسی معدن کے لعل و گہر تھے۔

فسطاط مقام کی آبادی

دریائے نیل اور جبل مقطم کے درمیان ایک کف دست میدان تھا۔حضرت عمروبنؓ العاص فاتح مصر نے اثنائے جنگ میں یہاں پڑاؤ کیا۔اتفاق سے ایک کبوتر نے ان کے خیمہ میں گھونسلا بنالیا۔عمروؓ بن العاص نے کوچ کے وقت قصداً اس خیمہ کو چھوڑ دیا کہ اس مہمان کو تکلیف نہ ہو مصر کی تسخیر کے بعد انہوں نے حضرت عمرؓ کے حکم سے اسی میدان میں ایک شہر آباد کیا۔چونکہ خیمہ کو عربی میں فسطاط کہتے ہیں۔اس لئے اس شہر کا نام فسطاط قرار پایا۔

فسطاط نے بہت جلد ترقی کرلی اور پورے مصر کا صدر مقام ہوگیا۔چوتھی صدی کا ایک سیاح ان الفاظ میں اس شہر کے عروج وکمال کا نقشہ کھینچتا ہے۔

’’یہ شہر بغداد کا ناسخ ،مغرب کا خزانہ اور اسلام کا فخر ہے۔دنیائے اسلام میں یہاں سے زیادہ کسی جامع مسجد میں علمی مجلسیں نہیں ہوتی ہیں،نہ یہاں سے زیادہ کسی ساحل پر جہاز لنگرانداز ہوتے ہیں۔

موصل کی حیثیت

یہ پہلے ایک گاؤں کی حیثیت رکھتا تھا۔حضرت عمرؓ نے اس کو ایک عظیم الشان شہر بنادیا۔ہرثمہ بن عرفجہ نے بنیاد رکھی اور ایک جامع مسجد تیار کرائی اور چونکہ یہ مشرق ومغرب کو آپس میں ملاتا ہے اس لئے اس کا نام موصل رکھا گیا۔

جیزہ کی آبادی

فتح اسکندریہ کے بعد عمروؓ بن العاص اس خیال سے کہ رومی دریا کی سمت سے حملہ نہ کرنے پائیں،تھوڑی سی فوج لب ساحل مقرر کردی تھی۔ان لوگوں کو دریا کا منظر ایسا پسند آگیا کہ وہاں سے ہٹنا پسند نہ کیا۔حضرت عمرؓ نے ان لوگوں کی حفاظت کے لئے ۲۱ھ میں ایک قلعہ تعمیر کرادیا اور اس وقت سے یہاں ایک مستقل نو آبادی کی صورت پیدا ہوگئی۔

(جیزہ کے تفصیلی حالات مقریزی میں مذکور ہیں)

عہد فاروقی میں فوجی انتظامات

اسلام جب رومن امپائر سے بھی زیادہ وسیع سلطنت کا مالک ہوگیا اور قیصر وکسریٰ کے عظیم الشان ممالک اس کا ورثہ بن گئے تو اس کو ایک منتظم اور فوجی سسٹم کی ضرورت محسوس ہوئی ۱۵ھ میں حضرت عمرؓ نے اس کی طرف توجہ کی اور تمام ملک کو فوجی بنانا چاہا لیکن ابتداء میں ایسی تعلیم ممکن نہ تھی اس لئے پہلے قریش وانصار سے آغاز کیا اور مخرمہ بن نوفلؓ ،جبیر بن مطعمؓ ،عقیل بن ابی طالبؓ کے متعلق یہ خدمت سپرد کی کہ وہ قریش وانصار کا ایک رجسٹر تیار کریں جس میں ہر شخص کا نام ونسب تفصیل سے درج ہو،اس ہدایت کے مطابق رجسٹر تیار ہوا اور حسب حیثیت تنخواہیں اور ان کی بیوی بچوں کے گزارے کے لئے وظائف مقرر ہوئے ۔مہاجرین اور انصار کی بیویوں کی تنخواہ ۲۰۰ سے ۴۰۰ درہم تک اور اہل بدر کی اولاد ذکور کی تنخواہ دو دو ہزار درہم سالانہ مقرر ہوئی۔اس موقع پر یہ امر خاص طور پر قابل لحاظ ہے کہ جن لوگوں کی جتنی تنخواہیں مقرر ہوئیں اتنی ہی ان کے غلاموں کی بھی مقرر ہوئیں۔

(تنخواہوں کی تفصیل میں مختلف روایتیں ہیں،دیکھو کتاب الخراج ص ۲۴ ومقریزی ج ۱ ص ۹۲ وبلاذری ص ۴۵۳)

اس سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ فاروقؓ اعظم نے مساوات کا کیسا سبق سکھایا تھا۔کچھ دنوں کے بعد اس نظام کو قریش وانصار سے وسعت دے کر تمام قبائل عرب میں عام کردیا۔پورے ملک کی مردم شماری کی گئی اور ہر ایک عربی نسل کی علی قدر مراتب تنخواہ مقرر ہوئی۔یہاں تک کہ شیر خوار بچوں کے لئے وظائف کا قاعدہ جاری کیا گیا۔(فتوح البلدان ص ۴۶۴)

گویا عرب کا ہر ایک بچہ اپنے یوم ولادت ہی سے اسلامی فوج کا ایک سپاہی تصور کرلیا جاتا تھا۔ہر سپاہی کو تنخواہ کے علاوہ کھانا اور کپڑا بھی ملتا تھا۔تنخواہ کی تقسیم کا طریقہ یہ تھا کہ ہر قبیلہ میں ایک عریف ہوتا تھا،اسی طرح ہر دس سپاہی پر ایک افسر ہوتا تھا جن کو امراء لاعشار کہتے ہیں۔تنخواہیں عریف کو دی جاتی تھیں وہ امرائے عشار کی معرفت فوج میں تقسیم کرتا تھا۔ایک ایک عریف کے متعلق ایک ایک لاکھ درہم تقسیم تھی۔کوفہ اور بصرہ میں سو عریف تھے

جن کے ذریعہ سے ایک کروڑ کی رقم تقسیم ہوتی تھی۔حسن خدمت اور کارگزاری کے لحاظ سے سپاہیوں اور افسروں کی تنخواہوں میں وقتاً فوقتاً اضافہ بھی ہوتا رہتا تھا۔چنانچہ زہرہ ،عصمہ اورضبی وغیرہ نے قادسیہ میں غیر معمولی جانبازی کا اظہار کیا تھا،اس صلہ میں ان کی تنخواہیں دو دو ہزار سے اڑھائی اڑھائی ہزار کردی گئیں۔

فوج کی تربیت

حضرت عمرؓ کو فوج کی تربیت کا بہت خیال تھا،انہوں نے نہایت تاکیدی احکام جاری کئے تھے کہ ممالک مفتوحہ میں کوئی شخص زراعت یا تجارت کا شغل اختیار نہ کرنے پائے،کیونکہ اس سے ان کے سپاہیانہ جوہر کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ تھا،سرد اور گرم ممالک پر حملہ کرتے وقت موسم کا بھی خاص خیال رکھا جاتا تھا کہ فوج کی صحت اور تندرستی کو نقصان نہ پہنچے۔

قواعد کے متعلق چار چیزوں کے سیکھنے کی سخت تاکید تھی،تیرنا،گھوڑے دوڑانا،تیر لگانا اور ننگے پاؤں چلنا۔ہر چار مہینے کے بعد سپاہیوں کو وطن جا کر اپنے اہل وعیال سے ملنے کے لئے رخصت دی جاتی تھی۔(فتوح البلدان ص ۱۴۸)

جفاکشی کے خیال سے حکم تھا کہ اہل فوج رکاب کے سہارے سے سوار نہ ہوں،نرم کپڑے نہ پہنیں،دھوپ سے بچیں،حماموں میں نہ نہائیں۔موسم بہار میں فوجیں عموماً سرسبز شاداب مقامات میں بھیج دی جاتی تھیں،بارکوں اور چھاؤنیوں کے بنانے میں آب وہوا کی خوبی کا لحاظ رکھا جاتا تھا۔کوچ کی حالت میں حکم تھا کہ فوج جمعہ کے دن مقام کرے اور ایک شب وروز قیام رکھے کہ لوگ دم لیں غرض حضرت عمرؓ نے تیرہ سو برس پیشتر فوجی تربیت کے لئے اعلیٰ اصول وضع کردیئے تھے کہ آج بھی اصولی حیثیت سے اس پر کچھ اضافہ نہیں کیا جاسکتا۔

حسب ذیل مقامات کو فوجی مرکز قرار دیا تھا۔مدینہ،کوفہ،بصرہ،موصل،فسطاط ،دمشق،حمص،اردن،فلسطین،ان مقامات کے علاوہ تمام اضلاع میں فوجی بارکیں

اور چھاؤنیاں تھیں۔جہاں تھوڑی فوج ہمیشہ متعین رہتی تھی۔

فوج کے عہدے دار

فوج میں حسب ذیل عہدے دار لازمی طور پر رہتے تھے۔خزانچی،محاسب،مترجم طبیب،جراح اور جاسوس جو غنیم کی نقل وحرکت کی خبریں بہم پہنچایا کرتے تھے،یہ خدمت زیادہ تر ذمیوں سے لی جاتی تھی۔چنانچہ قیساریہ کے محاصرہ میں یوسف نامی یہودی نے جاسوسی کی خدمت انجام دی تھی۔(فتوح البلدان ص ۱۴۸)

اسی طرح عراق میں بعض وفادار مجوسی اپنی خوشی سے اس خدمت کو انجام دیتے تھے۔تاریخ طبری میں ہے۔’’ہر فوج میں حضرت عمرؓ کے جاسوس رہتے تھے۔‘‘ آلات جنگ میں تیغ وسنان کے علاوہ قلعہ شکنی کے لئے منجنیق اور دبابہ بھی ساتھ رہتا تھا چنانچہ دمشق کے محاصروں میں منجنیقوں کا استعمال ہوا تھا۔(طبری ص ۲۱۵۲)

فوج کے شعبے

فوج حسب ذیل شعبوں میں منقسم تھی۔مقدمہ،قلب،میمنہ،میسرہ،ساقہ،طلیعہ ،سفر مینا،ردا یعنی عقبی گارد،شتر سوار،سوار،پیادہ،تیر انداز۔

گھوڑوں کی پرورش کا نظم

گھوڑوں کی پرورش وپرداخت کا بھی نہایت اہتمام تھا۔ہر مرکز میں چار ہزار گھوڑے ہر وقت ساز وسامان سے لیس رہتے تھے۔موسم بہار میں تمام گھوڑے سرسبز وشاداب مقامات پر بھیج دیئے جاتے تھے۔خود مدینہ کے قریب ایک چراگاہ تیار کرائی اور اپنے ایک غلام کو اس کی حفاظت اورنگرانی کے لئے مقرر کیا تھا،گھوڑوں کی رانوں پر داغ سے’’جیش فی سبیل اللہ‘‘نقش کیا جاتا تھا۔

فن جنگ کے اصول

عرب کی تلوار اپنی فتوحات میں کبھی غیروں کی ممنون احسان نہیں ہوتی لیکن حریف

اقوام کو خود ان ہی کے ہم قوموں سے لڑانا فن جنگ کا ایک بڑا اصول ہے۔ حضرت عمرؓ نے اس کو نہایت خوبی سے برتا۔ صدہا عجمی، یونانی اور رومی بہادروں نے اسلامی فوج میں داخل ہو کر مسلمانوں کے دوش بدوش نہایت وفاداری کے ساتھ خود اپنی قوموں سے جنگ کی۔ قادسیہ کے معرکہ میں دوران جنگ ہی میں ایرانیوں کی چار ہزار افواج حلقۂ اسلام میں آ گئی اور سعد بنؓ ابی وقاص نے ان کو اسلامی فوج میں شامل کر لیا اور ان کی تنخواہیں مقرر کر دیں۔ یرموک کے معرکہ میں رومیوں کے لشکر کا مشہور سپاہی عین حالت جنگ میں مسلمان ہو گیا اور مسلمانوں کے دوش بدوش لڑ کر شہید ہوا۔

حضرت عمر فاروقؓ کی دعوتی خدمات

مذہبی خدمات کے سلسلہ میں سب سے بڑا کام اشاعت اسلام ہے، حضرت عمرؓ کو اس میں بہت انہماک تھا لیکن تلوار کے زور سے نہیں بلکہ اخلاق کی قوت سے، انہوں نے اپنے غلام کو اسلام کی دعوت دی، اس نے باوجود ترغیب وہدایت کے انکار کیا تو فرمایا **لا اکراہ فی الدین**۔ (کنز العمال ج ۵ ص ۴۹)

یعنی مذہب میں جبر نہیں۔ حکام کو ہدایت تھی کہ جنگ سے پہلے لوگوں کے سامنے محاسن اسلام پیش کر کے ان کو شریعت عزا کی دعوت دی جائے۔ اس کے علاوہ انہوں نے تمام مسلمانوں کو اپنی تربیت اور ارشاد سے اسلامی اخلاق کا مجسم نمونہ بنا دیا تھا، وہ جس طرف گزر جاتے تھے لوگ ان کے اخلاقی تفوق کو دیکھ کر خود بخود اسلام کے گرویدہ ہو جاتے تھے۔ رومی سفیر اسلامی کیمپ میں آیا تو سالار فوج کی سادگی اور بے تکلفی دیکھ کر خود بخود اس کا دل اسلام کی طرف کھینچ گیا اور وہ مسلمان ہو گیا۔ مصر کا ایک رئیس مسلمانوں کے حالات ہی سن کر اسلام کا گرویدہ ہو گیا اور دو ہزار کی جمعیت کے ساتھ مسلمان ہو گیا۔ (مقریزی ص ۲۴۶)

وہ عربی قبائل جو عراق وشام میں آباد ہو گئے تھے، نسبتاً آسانی کے ساتھ اسلام کی جانب مائل کئے جا سکتے تھے، حضرت عمرؓ کو ان لوگوں میں تبلیغ کا خاص خیال تھا چنانچہ اکثر

قبائل معمولی کوشش سے حلقہ بگوش اسلام ہو گئے مسلمانوں کے فتوحات کی بوالعجبی نے بھی بہت سے لوگوں کو اسلام کی صداقت کا یقین دلا دیا۔ چنانچہ معرکۂ قادسیہ کے بعد ویلم کی چار ہزار عجمی فوج نے خوشی سے اسلام قبول کر لیا۔ (فتوح البلدان ص ۲۰۹)

اس طرح فتح جلولا کے بعد بہت سے رؤسا برضا ورغبت مسلمان ہو گئے، جن میں بعض کے نام یہ ہیں جمیل بن بصبہری، بسطام بن نرسی، رفیل، فیروزان (ایضاً فتح جلولا) عراق کی طرح شام ومصر میں بھی کثرت سے لوگ مسلمان ہوئے۔ چنانچہ شہر فسطاط میں ایک بڑا محلہ نومسلموں کا تھا، غرض حضرت عمرؓ کے عہد میں نہایت کثرت سے اسلام پھیلا۔ اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ آپ دین حنیف کی آئندہ کے لئے راستہ صاف کر گئے۔

مسلمانوں کی تعلیم کا نظم

اشاعت اسلام کے بعد سب سے بڑا کام خود مسلمانوں کی مذہبی تعلیم وتلقین اور شعار اسلامی کی ترویج تھی۔ اس کے متعلق حضرت عمرؓ کے مساعی کا سلسلہ حضرت ابوبکرؓ ہی کے عہد سے شروع ہوتا ہے، قرآن مجید جو اساس اسلام ہے حضرت عمرؓ ہی کے اصرار سے کتابی صورت میں عہد صدیقی میں مرتب کیا گیا تھا۔ اس کے بعد انہوں نے اپنے عہد میں اس کے درس وتدریس کا رواج دیا۔ معلمین اور حفاظ اور مؤذنوں کی تنخواہیں مقرر کیں۔

(سیرۃ العمر میں مذکور ہے ان عمر بن الخطاب وعثمان کان یرزقان المؤذنین والائمۃ المعلمین)

عہد فاروقی میں حدیث کی خدمات

اصول اسلام میں قرآن کے بعد حدیث کا ترجمہ ہے، حضرت عمرؓ نے اس کے متعلق جو خدمات انجام دیں ان کی تفصیل یہ ہے۔

احادیث نبویؐ کو نقل کرا کے حکام کے پاس روانہ کیا عام طور پر اس کی اشاعت ہو، مشاہیر صحابہ کو مختلف ممالک میں حدیث کی تعلیم کے لئے بھیجا۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو ایک جماعت کے ساتھ کوفہ روانہ کیا۔ عبداللہ بن مغفل، عمران بن حصین اور معقل

بنؓ یسار کو بصرہ بھیجا۔حضرت عبادہ بن الصامتؓ اور حضرت ابوالدرداؓ کو شام روانہ کیا۔
(ازالۃ الخلفاء ج ۲ ص ۶)

احادیث کے سلسلہ میں احتیاط

اگرچہ محدثین کے نزدیک تمام صحابہ عدول ہیں،لیکن حضرت عمرؓ اس نکتہ سے واقف تھے کہ جو چیزیں خصائص بشری ہیں،ان سے کوئی زمانہ مستثنیٰ نہیں ہوسکتا۔چنانچہ انہوں نے روایت قبول کرنے میں نہایت چھان بین اور احتیاط سے کام لیا۔ایک دفعہ آپ کسی کے کام میں مشغول تھے۔حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ آئے اور تین دفعہ سلام کرکے واپس چلے گئے،حضرت عمرؓ کام سے فارغ ہوئے تو ابوموسیٰؓ کو بلاکر دریافت کیا کہ تم واپس کیوں چلے گئے تھے۔؟انہوں نے جواب دیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ تین دفعہ اجازت مانگو۔اگر اس پر بھی نہ ملے تو واپس چلے جاؤ۔حضرت عمرؓ نے فرمایا۔اس روایت کا ثبوت دو ورنہ میں تم کو سزا دوں گا۔(مسلم باب الاستیذان)

● حضرت ابوموسیٰؓ نے حضرت سعیدؓ کو شہادت میں پیش کیا اسی طرح سقط یعنی کسی عورت کا حمل ضائع کردینے کے مسئلے میں مغیرہؓ نے حدیث روایت کی تو حضرت عمرؓ نے شہادت طلب کی۔جب محمد بن مسلمہؓ نے تصدیق کی تو انہوں نے تسلیم کیا۔
(ابوداؤد کتاب الدیات باب دیۃ الجنین)

● حضرت عباسؓ کے مقدمہ میں ایک حدیث پیش کی گئی تو حضرت عمرؓ نے تائیدی ثبوت طلب کیا۔جب لوگوں نے تصدیق کی تو فرمایا مجھ کو تم سے بدگمانی نہ تھی بلکہ اپنا اطمینان مقصود تھا۔(تذکرۃ الحفاظ ج ا تذکرہ عمر)

● حضرت عمرؓ لوگوں کو کثرت روایت سے بھی نہایت سختی کے ساتھ منع فرماتے تھے۔چنانچہ جب قرظ بن کعب کو عراق کی طرف روانہ کیا تو خود دور تک ساتھ گئے اور سمجھایا کہ دیکھو تم ایسے ملک میں جاتے ہو جہاں قرآن کی آواز گونج رہی ہے،ایسا نہ ہو کہ ان کی توجہ کو قرآن سے ہٹا کر احادیث کی طرف مبذول کردو۔

● حضرت ابوہریرہؓ بڑے حافظ حدیث تھے اس لئے وہ روایتیں کثرت سے بیان کرتے تھے۔ایک دفعہ لوگوں نے ان سے پوچھا کہ آپ حضرت عمرؓ کے عہد میں اس طرح روایت کرتے تھے؟انہوں نے کہا کہ اگر اس زمانہ میں ایسا کرتا تو درے کھاتا۔

عہد فاروقی میں فقہی خدمات

حدیث کے بعد فقہ کا درجہ ہے،حضرت عمرؓ خود بالمشافہ اپنے خطبوں اور تقریروں میں مسائل فقیہ کا درجہ ہے،مسائل فقیہ بیان کرتے تھے اور دور دراز ممالک کے حکام کو فقہی مسائل لکھ کر بھیجتے تھے۔مختلف فیہ مسائل کو صحابہؓ کے مجمع میں پیش کرا کے طے کراتے تھے۔اضلاع میں عمال اور افسروں کی تقرری میں عالم اور فقیہ ہونے کا خاص خیال رکھا جاتا تھا۔تمام ممالک محروسہ میں فقہاء مقرر کئے تھے جو احکام مذہبی کی تعلیم دیتے تھے اور حسب بیان ابن جوزی حضرت عمرؓ نے فقہاء کی بیش قرار تنخواہیں مقرر کی تھیں۔اس سے پہلے فقہاء اور معلمین کو تنخواہ دینے کا رواج نہ تھا۔غرض یہ کہ فاروقؓ اعظم کے عہد میں مذہبی تعلیم کا ایک مرتب اور منظم سلسلہ قائم ہوگیا تھا جس کی تفصیل کے لئے اس اجمال میں گنجائش نہیں۔

مسجدوں کی تعمیر اور اماموں کا انتظام

عملی انتظامات کی طرف بھی حضرت عمرؓ نے بڑی توجہ کی۔تمام ممالک محروسہ میں کثرت سے مسجدیں تعمیر کرائیں۔امام اور مؤذن مقرر کئے،حرم محترم کی عمارت ناکافی تھی۔ ۱۷ھ میں اس کو وسیع کیا۔غلاف کعبہ کے لئے نطع کے بجائے قباطی کا رواج دیا جو نہایت عمدہ کپڑا ہوتا ہے اور مصر میں بُنا جاتا ہے،مسجد نبوی ﷺ کو بھی نہایت وسعت دی۔پہلے اس کا طول سو گز تھا انہوں نے بڑھا کر ۱۴۰ گز کردیا۔عرض میں بھی ۲۰ گز کا اضافہ ہوا۔مسجد کے ساتھ ایک گوشہ میں چبوترا بنوادیا کہ جس کو بات چیت کرنا یا شعر پڑھنا ہو تو یہاں چلا آئے۔مسجدوں میں روشنی اور فرش کا انتظام بھی حضرت عمرؓ کے عہد سے ہی ہوا۔حجاج کی راحت و آسائش کا بھی پورا انتظام تھا۔ہر سال خود حج کے لئے جاتے تھے اور خبرگیری کی خدمت انجام دیتے تھے۔(اسد الغابۃ تذکرہ عمرؓ)

متفرق انتظامات

۱۸ھ میں عرب میں قحط پڑا،حضرت عمرؓ نے اس مصیبت کو کم کرنے میں جو سرگرمی ظاہر کی وہ ہمیشہ یادگار زمانہ رہے گی ۔ بیت المال کا تمام نقد وجنس صرف کر دیا۔تمام صوبوں سے غلہ منگوایا اور انتظام کے ساتھ قحط زدوں میں تقسیم کیا۔(یعقوبی ج ۲ ص ۱۷۷)

لاوارث بچوں کا انتظام

لاوارث بچوں کے دودھ پلانے اور پرورش کا مکمل انتظام کیا۔

غرباء ومساکین کے لئے

غرباء ومساکین کے لئے روز کا کھانا مقرر کئے اور منبر پر اس کا اعلان فرمایا۔ ''میں نے ہر مسلمان کے لئے فی ماہ دو مد گیہوں اور دو قسط سرکہ مقرر کیا۔اس پر ایک شخص نے کہا کہ کیا غلام کے لئے بھی؟ فرمایا ہاں غلام کے لئے بھی۔(فتوح البلدان ذکر العطاء فی خلافۃ عمرؓ بن خطاب)

نوٹ: لیکن اس سے یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ حضرت عمرؓ اس نکتہ سے بے خبر تھے کہ اس طرح مفت خوری سے لوگ کاہل ہوجائیں گے۔درحقیقت انہوں نے ان ہی لوگوں کے روزینے مقرر کئے تھے جو یا توفوجی خدمت کے لائق تھے یا ضعف کے باعث کسب معاش سے معذور تھے۔ملکی حالات سے واقفیت کے لئے ملک کے ہر حصے میں پرچہ نویس اور واقعہ نگار مقرر کئے تھے جن کے ذریعہ سے ہر جزوی واقع کی اطلاع ہوجاتی تھی۔مؤرخ طبری لکھتے ہیں۔

''عمر پر کوئی بات مخفی نہیں رہتی تھی،عراق میں جن لوگوں نے خروج کیا اور شام میں جن لوگوں کو انعام دیئے گئے سب ہی ان کو لکھا جاتا تھا۔

خبر رسانی کا انتظام

محکمہ خبر رسانی کی سرگرمی کا اس سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ نعمان بن عدی حاکم میسان نے عیش وعشرت میں مبتلا ہو کر اپنی بی بی کو ایک خط لکھا جس میں یہ شعر بھی تھا۔

لعل امیر المومنین یسوءہ   **تنادمنا بالجوسق المتہدم**

غالباً امیر المومنین برا مانیں گے کہ ہم لوگ   محلوں میں رندان صحبت رکھتے ہیں

اس محکمہ کو میاں بیوی کے راز ونیاز کی بھی خبر ہوگئی۔حضرت عمرؓ نے نعمان کو معزول کر کے لکھا کہ ''ہاں مجھ کو تمہاری یہ حرکت ناگوار ہوئی۔(استیعاب ج ۱ تذکرہ نعمان بن عدی)

عہد فاروقی کا عدل وانصاف

خلافت فاروقی سب سے نمایاں وصف عدل وانصاف ہے،ان کے عہد میں کبھی سر مو بھی انصاف سے تجاوز نہیں ہوا۔شاہ وگدا،شریف ورزیل،عزیز وبیگانہ سب کے لئے ایک ہی قانون تھا۔ایک دفعہ عمروؓ بن العاص کے صاحبزادے عبداللہ نے ایک شخص کو بے وجہ مارا۔حضرت عمرؓ نے اسی مضروب سے ان کے کوڑے لگوائے،عمروؓ بن العاص بھی موجود تھے،دونوں باپ بیٹے خاموشی سے عبرت کا تماشہ دیکھا کئے اور دم نہ مار سکے۔(کنزل العمال ج ٦ ص ۳۵۵)

● جبلہ بن ایہم رئیس شام نے کعبہ کے طواف میں ایک شخص کو طمانچہ مارا۔اس نے بھی برابر کا جواب دیا۔جبلہ نے حضرت عمرؓ سے شکایت کی تو انہوں نے جواب دیا کہ جیسا کیا ویسا پایا۔جبلہ کو اس جواب سے حیرت ہوئی اور مرتد ہو کر قسطنطنیہ بھاگ گیا۔

تنخواہیں

حضرت عمرؓ نے لوگوں کی تنخواہیں مقرر کیں تو اسامہ بنؓ زید کی تنخواہ جو رسول کریم ﷺ کے محبوب غلام حضرت زیدؓ کے فرزند تھے۔اپنے بیٹے عبداللہ سے زیادہ مقرر کی۔عبداللہ نے عذر کیا کہ واللہ اسامہؓ کسی بات میں ہم سے فائق نہیں ہیں۔حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ ہاں!لیکن رسول اللہ ﷺ اسامہؓ کو تجھ سے زیادہ عزیز رکھتے تھے۔(مستدرک حاکم جلد ۳ مناقب عبداللہ بن عمرؓ)

غیر مسلموں کے ساتھ بھی عدل

فاروقی عدل وانصاف کا دائرہ صرف مسلمانوں تک محدود نہ تھا،بلکہ ان کا دیوان

عدل مسلمان، یہودی، عیسائی سب کے لئے یکساں تھا۔ قبیلہ بکر بن وائل کے ایک شخص نے حیرہ کے ایک عیسائی کو مار ڈالا۔ حضرت عمرؓ نے لکھا کہ قاتل مقتول کے ورثاء کے حوالہ کر دیا جائے۔ چنانچہ وہ شخص مقتول کے وارث کو جس کا نام حنین تھا سپرد کیا گیا اور اس نے اس کو مقتول عزیز کے بدلہ میں قتل کر دیا۔

حضرت عمرؓ نے بوڑھے غیر مسلم کو مانگتے ہوئے دیکھا تو پوچھا ''تو بھیک مانگتا ہے۔؟ اس نے کہا مجھ پر جزیہ لگایا گیا ہے، حالانکہ میں بالکل مفلس ہوں۔'' حضرت عمرؓ اسے اپنے گھر لے آئے اور کچھ نقد دے کر مہتمم بیت المال کو لکھا کہ اس قسم کے ذمی مساکین کے لئے بھی وظیفہ مقرر کر دیا جائے۔ واللہ! یہ انصاف نہیں ہے کہ ان کی جوانی سے ہم متمتع ہوں اور بڑھاپے میں ان کی خبر گیری نہ کریں۔ (کتاب الخراج ص ۷۲)

- عربسوس کے عیسائیوں کو ان کی متواتر بغاوتوں کے باعث جلاوطن کیا گیا۔ مگر اس طرح کہ ان کی املاک کی دوچند قیمت دی گئی۔ (فتوح البلدان ص ۱۶۳)
- نجران کے عیسائیوں کو جلاوطن کیا گیا تو ان کے ساتھ بھی اچھا سلوک کیا گیا۔

لکھنے پڑھنے کا علم

اسلام سے قبل عرب میں لکھنے پڑھنے کا رواج نہ تھا۔ چنانچہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مبعوث ہوئے تو قبیلہ قریش میں صرف سترہ آدمی ایسے تھے جو لکھنا جانتے تھے۔ حضرت عمرؓ نے اسی زمانہ میں لکھنا اور پڑھنا سیکھ لیا تھا۔ (بلاذری ص ۴۷۷)

حضرت عمرؓ کے خطوط و خطبے

حضرت عمرؓ کے فرامین، خطوط توقیعات اور خطبے اب تک کتابوں میں محفوظ ہیں۔ ان سے ان کی قوت تحریر، برجستگی کلام اور زور تحریر کا اندازہ ہوسکتا ہے۔ بیعت خلافت کے بعد جو خطبہ دیا اس کے چند فقرے یہ ہیں۔

''اے خدا میں سخت ہوں تو مجھ کو نرم کر، میں کمزور ہوں مجھ کو قوت دے، ہاں عرب والے سرکش اونٹ ہیں جن کی مہار میرے ہاتھ میں دیدی گئی ہے لیکن میں ان کو راستہ

پر چلا کر چھوڑوں گا۔''

قوت تحریر کا اندازہ اس خط سے ہوسکتا ہے جو حضرت ابوموسی اشعریؓ کے نام لکھا گیا تھا۔ اس کے چند فقرے یہ ہیں: ''امابعد! مضبوطی عمل کی یہ ہے کہ آج کا کام کل پر نہ اٹھا رکھو، ایسا کرو گے تو تمہارے بہت سے کام جمع ہو جائیں گے، پھر پریشان ہو جاؤ گے کہ کس کو کریں اور کس کو چھوڑ دیں، اس طرح کچھ بھی نہ ہوسکے گا۔''

شاعری

شاعری کا خاص ذوق تھا اور شعرائے عرب کے کلام پر تنقیدی نگاہ رکھتے تھے مشاہیر میں سے زہیر کے کلام کو سب سے زیادہ پسند کرتے تھے، کبھی کبھی خود بھی شعر کہتے تھے۔ (ابوعلی الحسن ابن رشیق نے کتاب العمدہ میں ان کے اشعار نقل کئے ہیں) لیکن اس طرح زیادہ توغل نہ تھا۔

فصاحت و بلاغت کا یہ حال تھا کہ ان کے بہت سے مقولے ضرب المثل بن گئے جو آج بھی عربی ادب کی جان ہیں۔ علم الانساب میں بھی ید طولی حاصل تھا۔ یہ علم کئی پشتوں سے ان کے خاندان میں چلا آتا تھا۔ ان کے والد خطاب مشہور نساب تھے۔ جاحظ نے لکھا ہے کہ جب وہ انساب کے متعلق کچھ بیان کرتے تھے تو اپنے باپ کا حوالہ دیتے تھے۔ (کتاب البیان والتبیین ج ۱ ص ۱۱۷)

عبرانی زبان کا علم

معلوم ہوتا ہے کہ مدینہ پہنچ کر عبرانی زبان بھی انہوں نے سیکھ لی تھی، مسند دارمی میں ہے کہ ایک دفعہ حضرت عمرؓ توریت کا نسخہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لے گئے اور پڑھنا شروع کیا، وہ پڑھتے جاتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرہ متغیر ہوتا جاتا تھا۔ (مسند دارمی ص ۶۲)

اس سے قیاس ہوتا ہے کہ عبرانی زبان سے اس قدر واقف ہو گئے تھے کہ توریت کو خود پڑھ سکتے تھے۔

حضرت عمرؓ کے رائے کی تائید میں قرآن

حضرت عمرؓ فطرۃً ذہین، طباع اور اصحاب الرائے تھے۔ اصحاب الرائے کی اس

سے زیادہ اور کیا دلیل ہوسکتی ہے کہ ان کی بہت سی رائیں مذہبی احکام بن گئیں۔اذان کا طریقہ ان کی رائے کے موافق ہوا۔اسیران بدر کے متعلق جو رائے انہوں نے دی وحی الٰہی نے اسی کی تائید کی۔شراب کی حرمت، ازواج مطہراتؓ کے پردہ اور مقام ابراہیم کو مصلے بنانے کے متعلق حضرت عمرؓ نے نزول وحی سے پہلے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رائے دی تھی۔(تاریخ الخلفاء ص ۱۲)

آپ کو بارگاہ نبوت میں جو خاص تقرب حاصل تھا، اسکے لحاظ سے قدرۃً ان کو شرعی احکام اور عقائد سے واقف ہونے کا زیادہ موقع ملا طبیعت حساس واقع ہوئی تھی اس لئے آئندہ نسلوں کے لئے اجتہاد اور استنباط مسائل کی وسیع شاہراہ قائم کردی۔وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں بھی شرعی مسائل پر غور وفکر کیا کرتے تھے اور جب کوئی مسئلہ خلاف عقل معلوم ہوتا تو اس کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا کرتے تھے، سفر میں قصر کا حکم دے دیا گیا تھا۔لیکن جب راستے مامون ہوگئے تو حضرت عمرؓ نے دریافت کیا کہ اب سفر میں یہ حکم کیوں باقی ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''یہ خدا کا انعام ہے۔''

مسائل دریافت کرنے میں مطلقاً پس وپیش نہیں کرتے تھے، کلالہ کے مسئلہ کو جو نہایت دقیق اور مختلف فیہ مسئلہ ہے، بار بار رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا۔آخر میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔سورۂ نساء کی آخری آیت تمہارے لئے کافی ہے۔'' (تفسیر ابن جریر ج۶ ص ۲۵)

قرآن مجید کی تلاوت

نہایت غور وتوجہ کے ساتھ قرآن پاک کی تلاوت کرتے تھے۔ہر ایک آیت پر مجتہدانہ حیثیت سے نگاہ ڈالتے تھے۔ایک دن صحابہؓ کے مجمع میں اس آیت کے معنی پوچھے ایود احدکم ان تکون لہ جنۃ۔لوگوں نے کہا واللہ اعلم۔حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے کہا کہ اس میں ایک کام کرنے والے کی تمثیل ہے۔چونکہ جواب ناتمام تھا، حضرت عمرؓ نے اس پر قناعت نہ کی، لیکن عبداللہ بنؓ عباس اس سے زیادہ نہ بتا سکے۔حضرت عمرؓ نے فرمایا، یہ اس آدمی کی تمثیل ہے جس کو خدا نے دولت ونعمت دی کہ خدا کی بندگی بجالائے۔لیکن اس نے

نافرمانی کی، تو اس کے اچھے اعمال بھی برباد کردیئے جائیں گے۔(بخاری ج۲ ص ۶۵۱)

استدلال میں مہارت

قرآن مجید سے استدلال میں بڑی مہارت رکھتے تھے، عراق کی فتح کے بعد یہ بحث پیدا ہوئی کہ ممالک مفتوحہ مجاہدین کی ملکیت اور وہاں کے باشندے ان کے غلام ہیں۔حضرت عمرؓ کا خیال تھا کہ مقام مفتوحہ کسی شخص یا ایک بہت سے مخصوص اشخاص کی ملکیت نہیں ہیں بلکہ وقف عام ہیں اور استدلال میں یہ آیت پیش کی۔**وما افاء اللہ علی رسولہ من اھل القربی۔**

بالآخر سب نے اس کی تائید کی اور اسی پر فیصلہ ہوا۔حضرت عمرؓ کی مرفوع روایات کی تعداد ستر سے زیادہ نہیں ہے۔لیکن اس سے یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ وہ صرف اتنی ہی احادیث سے واقف تھے۔درحقیقت انہوں نے اپنے عہد خلافت میں جس قدر احکام صادر فرمائے ہیں وہ سب احادیث ہی سے ماخوذ ہیں۔یہ دوسری بات ہے کہ اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام نہیں لیا ہے اور نام نہ لینے کی وجہ یہ تھی کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف کسی قول کو منسوب کرنے میں نہایت محتاط تھے جب تک اس کے ہر لفظ پر یقین نہ ہوتا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسی طرح بیان فرمایا ہے اس وقت تک ہرگز ہرگز زبان سے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا لفظ نہیں نکالتے تھے، یہی وجہ تھی وہ خود بھی بہت کم احادیث روایت کرتے تھے اور دوسروں کو بھی کثرت روایت سے روکتے تھے، علامہ ذہبی حضرت عمرؓ کے حالات میں لکھتے ہیں۔(تذکرۃ الحفاظ ج۱، تذکرۂ عمرؓ)

روایت میں احتیاط

اور حضرت عمرؓ اس ڈر سے کہ صحابہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرنے میں غلطی نہ کریں ان کو حکم دیتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کم روایت کریں۔

محدث کا سب سے بڑا فرض روایات کی تحقیق وتنقید اور جرح وتعدیل ہے۔اگرچہ حضرت ابوبکرؓ صدیق نے بھی اپنے عہد میں روایت کے قبول کرنے میں ثبوت اور شہادت کا لحاظ رکھا، لیکن حضرت عمرؓ کو اس میں بہت زیادہ غلو تھا اور جب تک روایت ودرایت دونوں

حیثیت سے اس کا ثبوت نہ پہنچتا۔قبول نہ کرتے ۔اس کی مثالیں تفصیل کے ساتھ مذہبی خدمات کے سلسلہ میں مذکور ہوچکی ہیں۔اس لئے یہاں اس کے اعادہ کی ضرورت نہیں۔

فقہ کا سلسلہ بھی درحقیقت حضرت عمرؓ کا ہی ساختہ پرداختہ ہے،ان سے اس قدر فقہی مسائل منقول ہیں کہ اگر جمع کئے جائیں تو ایک ضخیم کتاب تیار ہوسکتی ہے۔استنباط احکام اور تفریع مسائل کے لئے بھی انہوں نے ایک شاہراہ قائم کردی تھی۔مختلف فیہ مسائل کے طے کرنے کے لئے اجماع صحابہ جس کثرت سے حضرت عمرؓ کے عہد میں ہوا پھر نہیں ہوا۔

حضرت فاروق اعظم کا خوف خدا

اخلاق کی پختگی اور استواری کا اصلی سرچشمہ خشیت الٰہی اور خداوند جل وعلا جبروت وعظمت کا غیر متزلزل تیقن ہے۔جو دل خشوع وخضوع اور خوف خداوندی سے خالی ہے اس کی حقیقت ایک مضغۂ گوشت سے زیادہ نہیں۔حضرت عمرؓ خشوع وخضوع کے ساتھ رات رات بھر نمازیں پڑھتے،صبح ہونے کے قریب گھر والوں کو جگاتے اور یہ آیت پڑھتے۔**وامر اھلک بالصلٰوۃ**۔نماز میں عموماً ایسی سورتیں پڑھتے جن میں قیامت کا ذکر یا خدا کی عظمت کا جلال کا بیان ہوتا اور اس قدر متاثر ہوتے کہ روتے روتے ہچکی بندھ جاتی۔حضرت عبداللہؓ بن شداد کا بیان ہے کہ میں باوجود یکہ پچھلی صف میں رہتا تھا،لیکن حضرت عمرؓ یہ آیت **انما اشکو بثی وحزن** پڑھ کر اس زور سے روتے تھے کہ میں رونے کی آواز سنتا تھا۔حضرت امام حسنؓ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ حضرت عمرؓ نماز پڑھ رہے تھے جب اس پر پہنچے:

ان عذاب ربک لواقع ماله من دافع

ترجمہ''تیرے رب کا عذاب یقینی ہو کر رہنے والا ہے اس کو کوئی دفع کرنے والا نہیں۔''

تو بہت متاثر ہوئے اور روتے روتے آنکھیں سوج گئیں۔اسی طرح ایک دفعہ اس آیت پر واذاالقوا منها مکانا ضیقا مقرنین دعوا ھنالک ثبورا۔

ترجمہ:اس قدر خضوع وخشوع طاری ہوا کہ اگر کوئی ان کے حال سے ناواقف شخص

دیکھ لیتا تو یہ سمجھتا کہ اسی حالت میں روح پرواز کر جائے گی۔

رقت قلب اور عبرت پذیری کا یہ عالم تھا کہ ایک روز صبح کی نماز میں سورۂ یوسف شروع کی اور جب اس آیت پر پہنچے **وابیضت عیناہ من الحزن فھوکظیم** ۔تو زاروقطار رونے لگے۔یہاں تک کہ قرآن مجید ختم کر کے رکوع پر مجبور ہوگئے۔

(کنزالعمال ج٦ص٣٤٧)

آخرت کا خوف

قیامت کے مؤاخذہ سے بہت ڈرتے تھے اور ہر وقت اس کا خیال رہتا تھا۔صحیح بخاری میں ہے کہ ایک دفعہ ایک صحابی سے کہا کہ ''تم کو یہ پسند ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اسلام لائے ہجرت کی،جہاد اور نیک اعمال کئے۔اس کے بدلہ میں دوزخ سے بچ جائیں اور عذاب وثواب برابر ہوجائے۔بولے خدا کی قسم نہیں،ہم نے آپؐ کے بعد بھی روزے رکھے،نمازیں پڑھیں۔بہت سے نیک کام کئے اور ہمارے ہاتھ پر بہت سے لوگ اسلام لائے ہم کو ان اعمال سے بڑی بڑی توقعات ہیں۔حضرت عمرؓ نے فرمایا اس ذات کی قسم!جس کے ہاتھ میں میری جان ہے مجھے تو یہی غنیمت معلوم ہوتا ہے کہ آپ عذاب سے بچ جائیں اور نیکی اور بدی برابر ہوجائیں۔(بخاری باب ایام الجاہلیۃ)

ایک بار راستے میں پڑا ایک تنکا اٹھالیا اور کہا کاش میں بھی خس وخاشاک ہوتا،کاش!کاش میں پیدا ہی نہ کیا جاتا،کاش میری ماں مجھے نہ جنتی۔(کنزالعمال ج٦ص٢٤٥)

غرض حضرت عمرؓ کا دل ہر لحظہ خوف خداوندی سے لرزاں وترساں رہتا تھا۔آپ فرماتے کہ اگر آسمان سے ندا آئے کہ ایک آدمی کے سوا تمام دنیا کے لوگ جنتی ہیں تب بھی مؤاخذہ کا خوف زائل نہ ہوگا کہ شاید وہ بدقسمت انسان میں ہی ہوں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت اور اتباع سنت

تہذیب نفس اور اخلاق حمیدہ سے مزین ہونے کے لئے ہر مسلمان کا فرض ہے کہ

اپنے دل میں مبدء خلق عظیم یعنی رسول اکرم ﷺ کی خالص محبت اور اتباع سنت کا صحیح جذبہ پیدا کرے جو دل رسول اللہ ﷺ کی محبت سے خالی اور جو قدم اسوۂ حسنہ کا جادۂ مستقیم سے منحرف ہے وہ کبھی سعادت کونین کی نعمت سے متمتع نہیں ہوسکتا۔ایک دفعہ حضرت عمرؓ نے بارگاہ نبوت میں عرض کیا کہ اپنی جان کے سوا آپ ﷺ تمام دنیا سے زیادہ محبوب ہیں۔ارشاد ہوا،عمر!میری محبت اپنی جان سے بھی زیادہ ہونی چاہئے۔حضرت عمرؓ نے کہا،اب اے اللہ کے رسول ﷺ اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز ہیں۔

آپ جمال نبوت کے سچے شیدائی تھے،ان کو اس راہ میں جان ومال،اولاد اور عزیز واقارب کی قربانی سے بھی دریغ نہ تھا،عاصی بن ہشام جو حضرت عمرؓ کا ماموں تھا،معرکہ بدر میں خود ان کے ہاتھ سے مارا گیا۔اسی طرح جب آنحضرت ﷺ نے ازواج مطہراتؓ سے ناراض ہو کر علیحدگی اختیار کرلی تو حضرت عمرؓ نے یہ خبر سن کر حاضر خدمت ہونا چاہا۔جب بار بار اذن طلب کرنے پر بھی اجازت نہ ملی تو پکار کر کہا"خدا کی قسم!میں حفصہ کی سفارش کے لئے نہیں آیا ہوں۔اگر رسول اللہ ﷺ حکم دیں تو اس کی گردن ماردوں۔(فتح الباری ج۹ ص۲۵۱)

رسول کریم ﷺ کے ساتھ حضرت عمرؓ کی محبت کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے وفات پائی تو ان کو کسی طرح اس کا یقین نہیں آتا تھا۔مسجد نبویؐ میں حالت غم میں قسمیں کھا کر اعلان کرتے تھے کہ جس کی زبان سے نکلے گا کہ میرا محبوب آقا دنیا سے اٹھ گیا اس کا سر توڑ دوں گا۔آپ ﷺ کے وصال کے بعد جب کبھی عہد مبارک یاد آجاتا تو رقت طاری ہوجاتی اور روتے روتے بیتاب ہوجاتے۔ایک دفعہ سفر شام کے موقع پر حضرت بلالؓ نے مسجد اقصیٰ میں اذان دی تو رسول اللہ کی یاد تازہ ہوگئی اور اس قدر روئے کہ ہچکی بندھ گئی۔(فتوح الشام ازدی فتح بیت المقدس)

یہ فطری امر ہے کہ محبوب کا عزیز بھی عزیز ہوتا ہے،اس بنا پر جن لوگوں کو رسول اللہ ﷺ اپنی زندگی میں عزیز رکھتے تھے۔حضرت عمرؓ نے اپنے خلافت میں ان کا خاص خیال

رکھا۔چنانچہ جب آپ نے صحابہؓ کے وظائف مقرر کئے تو رسول اللہ ﷺ کے محبوب غلام زید بنؓ حارثہ کے فرزند اسامہ بنؓ زید کی تنخواہ اپنے بیٹے عبداللہؓ سے زیادہ مقرر کی۔عبداللہؓ نے عذر کیا تو آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ اسامہؓ کو تجھ سے زیادہ عزیز رکھتے تھے۔
(مستدرک ج۳ مناقب عبداللہ بن عمرؓ)

● اسی طرح جب فتح مدائن کے بعد مال غنیمت آیا تو حضرت عمرؓ نے حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ کو ہزار ہزار درہم مرحمت فرمائے اور اپنے صاحبزادے عبداللہؓ کو صرف پانچ سو دیئے۔حضرت عبداللہؓ نے عذر کیا اور کہا کہ جب یہ دونوں بچے تھے،اس وقت میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ معرکوں میں پیش پیش رہا ہوں۔حضرت عمرؓ نے کہا ہاں لیکن ان کے بزرگوں کا جو رتبہ ہے وہ تیرے باپ دادا کا نہیں ہے۔

● ازواج مطہراتؓ کے مرتبہ،ان کے احترام اور آرام وآسائش کا خاص لحاظ رکھتے تھے چنانچہ ان کی تنخواہیں سب سے زیادہ بارہ ہزار مقرر کیں۔(کتاب الخراج ص۲۴)

حج کا سفر

۲۳ھ میں جب امیر الحاج بن کر گئے تو ازواج مطہراتؓ کو بھی نہایت ادب واحترام کے ساتھ ہمراہ لے گئے۔حضرت عثمانؓ اور حضرت عبدالرحمن بنؓ عوف کو سواریوں کے ساتھ کر دیا تھا۔یہ لوگ آگے پیچھے چلتے تھے اور کسی کو سواریوں کے قریب نہیں آنے دیتے تھے۔ازواج مطہراتؓ منزل پر حضرت عمرؓ کے ساتھ قیام کرتی تھیں اور حضرت عبدالرحمن بنؓ عوف کسی کو قیام گاہ کے متصل آنے کی اجازت نہیں دیتے تھے۔(ابن سعد تذکرہ عبدالرحمن بنؓ عوف)

آپ کی زندگی کا دستور العمل

حضرت عمرؓ کے دستور عمل کا سب سے زریں صفحہ اتباع سنت تھا،وہ خورد ونوش،لباس وضع،نشست وبرخاست غرض ہر چیز میں اسوۂ حسنہ کو پیش نظر رکھتے تھے۔رسول اللہ ﷺ نے ہمیشہ فقر وفاقہ سے بسر کی تھی،اس لئے حضرت عمرؓ نے روم وایران کی شہنشاہی ملنے کے

بعد بھی فقر و فاقہ کی زندگی کا ساتھ نہ چھوڑا۔ایک دفعہ حضرت حفصہؓ نے کہا کہ اب خدا نے مرفہ الحال عطا فرمائی ہے اس لئے آپ کو نرم لباس اور نفیس غذا سے پرہیز نہ کرنا چاہئے۔

حضرت عمرؓ نے کہا، جان پدر! تم رسول اللہ ﷺ کی عسرت اور تنگ حالی کو بھول گئیں۔خدا کی قسم! میں اپنے آقا کے نقش قدم پر چلوں گا کہ آخرت کی فراغت اور خوشحالی نصیب ہو۔اس کے بعد دیر تک رسول اللہ ﷺ کی عسرت کا تذکرہ کرتے رہے، یہاں تک کہ حضرت حفصہؓ بے تاب ہو کر رونے لگیں۔(کنز العمال ج۶ص۲۳۶)

ایک دفعہ یزید بن ابی سفیان کے ساتھ شریک طعام ہوئے۔معمولی کھانے کے بعد دسترخوان پر جب عمدہ کھانے لائے گئے تو حضرت عمرؓ نے ہاتھ کھینچ لیا اور کہا قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں عمرؓ کی جان ہے اگر تم رسول اللہ ﷺ کی روش سے ہٹ کر جاؤ گے تو خدا تم کو جادۂ مستقیم سے منحرف کر دے گا۔(کنز العمال ج۶ص۳۴۵)

اسلام میں شعائر اللہ کی تعظیم کا حکم ہے اس لئے رسول کریم ﷺ نے حجر اسود کو بوسہ دیا ہے۔حضرت عمرؓ کو اپنے زمانۂ خلافت میں جب اس کا موقع پیش آیا تو اس خیال سے کہ ایسا نہ ہو کہ پتھر بوسہ دینے سے کبھی مسلمانوں کو یہ دھوکہ ہو کہ اس میں بھی الٰہی شان ہے حجر اسود کو بوسہ تو دیا لیکن اس کے سامنے کھڑے ہو کر کہا۔

''میں جانتا ہوں کہ تو ایک پتھر ہے، نہ نقصان پہنچا سکتا ہے نہ نفع، اگر میں رسول اللہ ﷺ کو بوسہ دیتے نہ دیکھتا تو تجھے ہرگز بوسہ نہ دیتا۔

اسی طرح طواف میں رمل کا حکم مشرکین عرب کے دلوں پر رعب ڈالنے کی مصلحت پر مبنی تھا اس لئے جب خدا نے ان کو ہلاک کر دیا تو حضرت عمرؓ کو خیال ہوا کہ اب رمل سے کیا فائدہ ہے مگر پھر آنحضرت ﷺ کی یادگار کو ترک کرنے پر جرأت نہ ہوئی۔(بخاری کتاب الحج)

ان کی ہمیشہ یہ کوشش رہتی تھی کہ رسول اللہ ﷺ کو جو کام جس طرح کرتے دیکھا اسی طرح وہ بھی عمل پیرا ہوں۔ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ نے ذوالحلیفہ میں دو رکعت

نماز پڑھی تھی، حضرت عمرؓ جب اس طرف سے گزرتے تو اس جگہ دو رکعت نماز ادا کر لیتے تھے۔ایک شخص نے پوچھا یہ نماز کیسی ہے؟ آپ نے فرمایا میں نے یہاں رسول اللہ ﷺ کو نماز پڑھتے دیکھا ہے، یہ کوشش صرف اپنی ذات تک محدود نہ تھی، بلکہ وہ چاہتے تھے کہ ہر شخص کا دل اتباع سنت کے جذبہ سے معمور ہو جائے۔

خطبہ کے دوران نصیحت

ایک دفعہ جمعہ کا خطبہ دے رہے تھے کہ ایک شخص مسجد میں داخل ہوا۔حضرت عمرؓ نے عین خطبہ کی حالت میں اس کی طرف دیکھا اور کہا'' آنے کا یہ کیا وقت ہے؟''انہوں نے کہا کہ بازار سے آرہا تھا کہ اذان سنی، وضو کر کے فوراً حاضر ہوا۔حضرت عمرؓ نے فرمایا''وضو پر کیوں اکتفا کیا۔رسول اللہ ﷺ (جمعہ کو) غسل کا حکم دیا کرتے تھے۔(بخاری کتاب الجمعہ باب فضل الغسل یوم الجمعہ)

حضرت فاروق اعظم کا زہد و قناعت

دنیا طلبی اور حرص تمام بداخلاقیوں کی بنیاد ہے۔حضرت عمرؓ کو اس سے طبعی نفرت تھی، یہاں تک کہ خود ان کے ہم مرتبہ معاصرین کو اعتراف تھا کہ وہ زہد وقناعت کے میدان میں سب سے آگے ہیں، حضرت طلحہؓ کا بیان ہے قدامت اسلام اور ہجرت کے لحاظ سے بہت سے لوگوں کو عمر بن الخطاب پر فوقیت حاصل ہے، لیکن زہد وقناعت میں وہ سب سے بڑھے ہوئے ہیں۔صحیح مسلم میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب حضرت عمرؓ کو کچھ دینا چاہتے تو عرض کرتے کہ مجھ سے زیادہ حاجت مند لوگ موجود ہیں جو اس عطیہ کے زیادہ مستحق ہیں۔رسول اللہ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ ''اس کو لے لو، پھر تمہیں اختیار ہے کہ اپنے پاس رکھو۔یا صدقہ کر دو، انسان کو اگر بے طلب مل جائے تو لے لینا چاہئے۔(ابوداؤد کتاب الزکوۃ باب فی الاستعفاف)

لباس کی حالت

حضرت عمرؓ کا جسم کبھی نرم اور ملائم کپڑے سے مس نہیں ہوا، بدن پر بارہ بارہ پیوند

کا کرتہ، سر پر پھٹا ہوا عمامہ اور پاؤں میں پھٹی ہوئی جوتیاں ہوتی تھیں، اسی حالت میں وہ قیصر وکسریٰ کے سفیروں سے ملتے تھے اور وفود کو باریاب کرتے تھے۔ مسلمانوں کو شرم آتی تھی مگر اقلیم زہد کے شہنشاہ کے آگے کون زبان کھولتا۔ ایک دفعہ حضرت عائشہؓ اور حضرت حفصہؓ نے کہا۔ امیر المومنین! اب خدا نے دیا ہے۔ بادشاہوں کے سفراء اور عرب کے وفود آتے رہتے ہیں۔ اس لئے آپ کو اپنے طرز معاشرت میں تغیر کرنا چاہیے۔ حضرت عمرؓ نے کہا، افسوس تم دونوں امہات المومنین ہو کر دنیا طلبی کی ترغیب دیتی ہو، عائشہؓ! تم رسول اللہ ﷺ کی اس حالت کو بھول گئیں کہ تمہارے گھر میں صرف ایک کپڑا تھا جس کو دن کو بچھاتے تھے اور رات کو اوڑھتے تھے حفصہ! تم کو یاد نہیں ہے کہ ایک دفعہ تم نے فرش کو دہرا کر کے بچھا دیا تھا، اس کی نرمی کے باعث رسول اللہ ﷺ رات بھر سوتے رہے۔ بلالؓ نے اذان دی تو آنکھ کھلی اس وقت آپؐ نے فرمایا:

● ''حفصہؓ! تم نے یہ کیا کیا کہ فرش کو دہرا کر دیا کہ میں صبح تک سوتا رہا مجھے دنیاوی راحت سے کیا تعلق ہے؟ اور فرش کی نرمی کی وجہ سے تو نے مجھے غافل کر دیا۔''

● ایک دفعہ گزی کا کرتہ ایک شخص کو دھونے اور پیوند لگانے کے لئے دیا اس نے اس کے ساتھ ایک نرم کپڑے کا کرتہ پیش کیا۔ حضرت عمرؓ نے اس کو واپس کر دیا اور اپنا کرتہ لے کر کہا اس میں پسینہ خوب جذب ہوتا ہے۔ (ایضاً ص ۳۴۶)

● کپڑا عموماً گرمی میں بنواتے تھے اور پھٹ جاتا تو پیوند لگاتے چلے جاتے، حضرت حفصہؓ نے اس کے متعلق گفتگو کی تو فرمایا، مسلمانوں کے مال میں اس سے زیادہ تصرف نہیں کر سکتا۔
(ایضاً ص ۳۳۲)

● ایک دفعہ دیر تک گھر میں رہے، باہر آئے تو لوگ انتظار کر رہے تھے، معلوم ہوا کہ پہننے کو کپڑے نہ تھے اس لئے ان ہی کپڑوں کو دھو کر سوکھنے کو ڈال دیا تھا، خشک ہوئے تو وہی پہن کر باہر نکلے۔

غذاؤں میں سادگی

غذا بھی عموماً نہایت سادہ ہوتی تھی، معمولاً روٹی اور روغن زیتون دسترخوان

پر ہوتا تھا، روٹی اگر گیہوں کی ہوتی تھی تو آٹا چھانا نہیں جاتا تھا، مہمان یا سفراء آتے تھے تو کھانے کی ان کو تکلیف ہوتی تھی کیونکہ وہ ایسی سادی اور معمولی غذا کے عادی نہیں ہوتے تھے، حفص بن ابی العاصؓ اکثر کھانے کے وقت موجود ہوتے تھے لیکن شریک نہیں ہوتے تھے، ایک دفعہ حضرت عمرؓ نے وجہ پوچھی تو کہا کہ آپ کے دسترخوان پر ایسی سادہ اور معمولی غذا ہوتی ہے کہ ہم لوگ اپنے لذیذ اور نفیس کھانوں پر اس کو ترجیح نہیں دے سکتے۔ حضرت عمرؓ نے کہا، کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ میں قیمتی اور لذیذ کھانا کھانے کی مقدرت نہیں رکھتا؟ قسم ہے اس ذات کی جس کی قبضہ میں میری جان ہے، اگر قیامت کا خوف نہ ہوتا تو میں بھی تم لوگوں کی طرح دنیاوی عیش وعشرت کا دلدادہ ہوتا۔ (ایضاً ص ۳۴۶)

سادگی کی حکام کو ہدایت

حضرت عمرؓ ہر شخص کو اپنی طرح زہد اور سادگی کی حالت میں دیکھنا چاہتے تھے، وقتاً فوقتاً اپنے عمال اور حکام کو ہدایت کرتے رہتے تھے کہ رومیوں اور عجمیوں کی طرز معاشرت نہ اختیار کریں، سفر شام میں جب انہوں نے افسروں کو اس وضع میں دیکھا کہ بدن پر حریر ودیبا کے حلے اور پر تکلف قباء میں ہیں اور وہ اپنی زرق برق پوشاک اور ظاہری شان وشوکت سے عجمی معلوم ہوتے ہیں تو آپ کو اس قدر غصہ آیا کہ گھوڑے سے اتر پڑے اور سنگریزے اٹھا کر ان پر پھینکے۔ اور فرمایا کہ اس قدر جلد تم نے عجمی عادتیں اختیار کر لیں۔ اسی طرح ایک دفعہ ایک شخص جس کو انہوں نے یمن کا عامل مقرر کیا تھا، اس صورت سے ملنے آیا کہ لباس فاخرہ زیب تن کئے ہوئے تھے اور بالوں میں خوب تیل پڑا ہوا تھا، اس وضع کو دیکھ کر حضرت عمرؓ نہایت ناراض ہوئے اور وہ کپڑے اتروا کر موٹا جھوٹا کپڑا پہنایا۔

احنف بن قیس ایک جماعت کے ساتھ عراق کی ایک مہم پر روانہ کئے گئے، وہ وہاں سے کامیاب ہو کر واپس آئے تو حضرت عمرؓ نے ان کی زرق برق پوشاک دیکھ کر منہ پھیر لیا۔ وہ لوگ امیر المومنین کو برہم دیکھ کر دربار سے اٹھ آئے اور عرب کی سادہ پوشاک

زیب تن کر کے پھر حاضر خدمت ہوئے۔حضرت عمرؓ اس لباس میں دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور فرداً فرداً ہر ایک سے بغلگیر ہوئے۔

قناعت کا حال

قناعت کا یہ حال تھا کہ اپنے زمانۂ خلافت میں چند برس تک مسلمانوں کے مال سے ایک دینار بھی نہیں لیا حالانکہ فقر وفاقہ سے حالت تباہ تھی۔صحابہؓ نے ان کی عسرت اور تنگدستی کو دیکھ کر اس قدر تنخواہ مقرر کردی جو معمولی خوراک اور لباس کے لئے کافی ہو لیکن شہنشاہ قناعت نے اس شرط پر قبول کیا کہ جب تک ضرورت ہے لوں گا اور جب میری مالی حالت درست ہوجائے گی،کچھ نہ لوں گا فرمایا کرتے تھے کہ میرا حق مسلمانوں کے مال میں اسی قدر ہے جس قدر یتیم کے مال میں ولی کا ہوتا ہے۔(کنز العمال ج۶ص۳۳۰)

ذاتی خرچ

میں اپنی ذات پر اس سے زیادہ نہیں صرف کرسکتا جس قدر خلافت سے پہلے اپنے مال میں سے صرف کرتا تھا،ایک دفعہ ربیع بن زیاد حارثی نے کہا امیر المومنین! آپ کو خدا نے جو مرتبہ بخشا ہے اس کے لحاظ سے آپ دنیا میں سب سے زیادہ عیش ونشاط کی زندگی کے مستحق ہیں۔حضرت عمرؓ نہایت خفا ہوئے اور فرمایا میں قوم کا امین ہوں،امانت میں خیانت کب جائز ہے۔(کنز العمال ج۶ص۳۴۶)

ایک دفعہ عتبہ بن فرقد شریک طعام تھے اور ابلا ہوا گوشت اور سوکھی روٹی کے ٹکڑے زبردستی حلق سے اتار رہے تھے حضرت عمرؓ نے کہا اگر تم سے نہیں کھایا جاتا تو نہ کھاؤ،عتبہؓ سے نہ رہا گیا،کہنے لگے امیر المومنین!اگر آپ اپنے کھانے پہننے میں کچھ زیادہ صرف کریں گے تو اس سے مسلمانوں کا مال کم نہ ہوجائے گا حضرت عمرؓ نے کہا افسوس تم مجھے دنیاوی عیش وتنعم کی ترغیب دیتے ہو۔(ایضاً ص۳۴۸)

اپنے وسیع کنبہ کے لئے بیت المال سے صرف دو درہم روزانہ لیتے تھے اور تکلیف

وتنگی کے ساتھ بسر کرتے تھے ایک دفعہ حج میں اسی درہم صرف ہوگئے تو اس کا افسوس ہوا اور اسے اسراف تصور کیا۔(اسد الغابہ ج۴ص۷۲)

پیوند والے کپڑے

کپڑے پھٹ جاتے تھے لیکن اس خیال سے کہ بیت المال پر بار نہ پڑے اسی میں پیوند پر پیوند لگاتے جاتے تھے حضرت حسنؓ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ حضرت عمرؓ جمعہ کے روز خطبہ دے رہے تھے،میں نے شمار کیا تو ان کے تہبند پر بارہ پیوند لگے ہوئے تھے۔
(کنز العمال ج۶ص۳۴۷)

حضرت انس بن مالکؓ کا بیان ہے کہ میں نے زمانۂ خلافت میں دیکھا کہ ان کے کرتہ کے مونڈے پر تہہ بہ تہہ پیوند لگے ہوئے ہیں۔غرض فاروقؓ اعظم نے زہد وقناعت کا جو نمونہ پیش کیا،دنیا کی تاریخ اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔اور حقیقت یہ ہے کہ ان کی عظمت وشان کے تاج پر زہد وقناعت ہی کا طرہ زیب دیتا ہے۔

خلافت کے بار گراں نے حضرت عمرؓ کو بہت زیادہ محتاط بنادیا تھا کیونکہ اس وقت ان کی معمولی بے احتیاطی اور فروگذاشت قوم کے لئے صدہا خرابیوں کا باعث ہوسکتی تھی اور مشکوک طبائع ان کی ذراسی لغزش سے طرح طرح کے افسانے اختراع کرسکتے تھے۔حضرت عمرؓ نے اپنے قبیلہ کے لوگوں کو کبھی ملکی عہدے نہیں دیئے کہ اس میں جانبداری پائی جاتی تھی،عمال وحکام کے تحائف واپس کردیتے اور اس سختی سے چشم نمائی کرتے کہ پھر کسی کو جرأت نہ ہوتی۔ایک دفعہ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ نے آپ کی زوجہ عاتکہ بنت زیدؓ کے پاس ہدیۃً ایک نفیس چادر بھیجی۔حضرت عمرؓ نے دیکھا تو ابوموسیٰ اشعریؓ کو بلا کر کہا مجھے اس کی ضرورت نہیں۔(کنز العمال ج۶ص۳۵۰)

اسی طرح ایک دفعہ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ نے بیت المال کا جائزہ لیا تو وہاں صرف ایک درہم موجود تھا،انہوں نے اس خیال سے کہ یہ یہاں کیوں پڑا رہے،اٹھا کر

حضرت عمرؓ کے صاحبزادے کو دیدیا۔حضرت عمرؓ کو معلوم ہوا تو انہوں نے درہم واپس لے کر بیت المال میں داخل کر دیا اور ابوموسیٰ اشعریؓ کو بلا کر فرمایا کہ افسوس تم کو مدینہ میں آل عمرؓ کے سوا اور کوئی کمزور نظر نہ آیا ،تم چاہتے ہو قیامت کے دن تمام امت محمدیہ کا مطالبہ میری گردن پر ہو۔(کنز العمال ج ۶ ص ۳۵۷)

قیصر روم کا ہدیہ

فتح شام کے بعد قیصر روم سے دوستانہ مراسم ہو گئے تھے اور خط و کتابت رہتی تھی ،ایک دفعہ ام کلثومؓ (حضرت عمرؓ کی زوجہ) نے قیصر کی حرم کے پاس تحفہ کے طور پر عطر کی چند شیشیاں بھیجیں ،اس نے اس کے جواب میں شیشیوں کو جواہرات سے بھر کر بھیجا ،حضرت عمرؓ کو معلوم ہوا تو فرمایا کہ گو عطر تمہارا تھا ،لیکن قاصد جو لے کر گیا وہ سرکاری تھا اور اس کے مصارف عام آمدنی سے ادا کئے گئے تھے ،چنانچہ جواہرات لے کر بیت المال میں داخل کر دیئے اور ان کو کچھ معاوضہ دے دیا۔اسی طرح ایک بازار میں ایک فربہ اونٹ فروخت ہوتے دیکھا ،دریافت سے معلوم ہوا کہ آپ کے صاحبزادے عبداللہؓ کا ہے ،ان سے پوچھا کہ یہ اونٹ کیسا ہے ؟انہوں نے کہا کہ میں نے اسکو خرید کر سرکاری چراگاہ میں بھیج دیا تھا اور اب کچھ فربہ ہو گیا ہے تو بیچنا چاہتا ہوں۔حضرت عمرؓ نے فرمایا چونکہ یہ سرکاری چراگاہ میں فربہ ہوا ہے اس لئے تم صرف راس المال کے مستحق ہو اور بقیہ قیمت لے کر بیت المال میں داخل کر دی۔(ایضاً ص ۳۵۷)

خلافت سے پہلے آپ کی تجارت

خلافت سے پہلے آپ تجارت کرتے تھے۔بیت المال سے وظیفہ مقرر ہونے سے پیشتر تک کچھ دنوں زمانہ خلافت میں بھی یہ مشغلہ جاری تھا ،ایک دفعہ شام کی طرف مال بھیجنا چاہا ،روپیہ کی ضرورت ہوئی تو حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ سے قرض طلب کیا۔انہوں نے کہا ،آپ امیر المومنین ہیں ،بیت المال سے اس قدر رقم قرض لے سکتے ہیں حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ بیت المال سے نہیں لوں گا ،کیونکہ اگر ادا کرنے سے پہلے مر جاؤں گا تو تم لوگ میرے

ورثاء سے مطالبہ نہ کرو گے اور یہ بار میرے سر رہ جائے گا ،اس لئے چاہتا ہوں کہ کسی ایسے شخص سے لوں جو میرے متروکہ سے وصول کرنے پر مجبور ہو۔(طبقات ابن سعد ج ثالث قسم اول ص ۱۹۹)

بیت المال سے شہد لینے میں احتیاط

ایک دفعہ بیمار ہوئے طبیبوں نے شہد تجویز کیا ،بیت المال میں شہد موجود تھا لیکن قلب متقی بغیر مسلمانوں کی اجازت کے لینے پر راضی نہ تھا ،چنانچہ اسی حالت میں مسجد میں تشریف لائے اور مسلمانوں کو جمع کر کے اجازت طلب کی جب لوگوں نے اجازت دے دی تو استعمال فرمایا۔(ایضاً ص ۱۹۸)

مال غنیمت

بحرین سے مال غنیمت میں مشک وعنبر آیا اس کو مسلمانوں میں تقسیم کرنے کے لئے کسی ایسے شخص کی تلاش ہوئی جس کو عطریات کے وزن میں دستگاہ ہو ،حضرت عمرؓ کی بیوی عاتکہ بنت زیدؓ نے کہا کہ میں اس کام کو کر سکتی ہوں ،حضرت عمرؓ نے کہا تم سے یہ کام نہیں لوں گا کیونکہ مجھے خوف ہے کہ میرے حصہ میں جو کچھ لگ جائے گا اسے اپنے جسم پر لگاؤ گی اور اس طرح عام مسلمانوں سے زیادہ میرے حصہ میں آجائے گا۔(کنز العمال ج ۶ ص ۳۵۰)

ابوموسیٰ اشعریؓ نے عراق سے زیورات بھیجے ،اس وقت آپ کی گود میں آپ کی سب سے محبوب یتیم بھتیجی اسماء بنت زیدؓ کھیل رہی تھی ،اس نے ایک انگوٹھی ہاتھ میں لے لی ۔حضرت عمرؓ نے بلطائف الحیل اس سے لے کر زیورات میں ملا دی اور لوگوں سے کہا کہ اس لڑکی کو میرے پاس سے لے جاؤ اسی طرح عبداللہ بن ارقم معرکہ جلولا کے بعد زیورات بھیجے تو آپ کے ایک صاحبزادے نے ایک انگوٹھی کی درخواست کی حضرت عمرؓ اس سوال پر خفا ہوئے اور کچھ نہ دیا۔(کنز العمال ج ۶ ص ۳۵۰)

ایک دفعہ حضرت حفصہؓ یہ سن کر کہ مال غنیمت آیا ہوا ہے ،حضرت عمرؓ کے پاس آئیں اور کہا امیر المومنین !اس میں میرا حق مجھ کو عنایت کیجئے میں ذوالقربی میں سے ہوں

حضرت عمرؓ نے کہا نور نظر تیرا حق میرے خاص مال میں ہے، یہ تو غنیمت کا مال ہے، افسوس ہے کہ تو نے اپنے باپ کو دھوکہ دینا چاہا۔ وہ بیچاری خفیف ہو کر چلی گئیں۔

تدفین کی اجازت

حضرت عمرؓ کی تمنا تھی کہ اپنے محبوب آقا حضرت سرور کائنات ﷺ کے پہلو میں مدفون ہوں، حضرت عائشہؓ نے اجازت دیدی تھی، مگر خیال یہ تھا کہ شاید خلافت کے رعب نے انہیں مجبور کیا ہو، اس لئے اپنے صاحبزادے کو وصیت فرمائی کہ مرنے کے بعد ایک مرتبہ پھر اجازت لی جائے، اگر اذن ہو تو خیر ورنہ عام مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کر دینا۔ اس طرح وفات کے بعد بھی فاروق اعظمؓ نے ورع وتقویٰ کا بدیع المثال نمونہ پیش کیا رضی اللہ عنہ۔

فاروق اعظم کا تواضع

حضرت عمرؓ کی عظمت وشان اور رعب وداب کا ایک طرف تو یہ حال تھا کہ محض نام سے قیصر وکسریٰ کے ایوان حکومت میں لرزہ پیدا ہو جاتا تھا دوسری طرف تواضع اور خاکساری کا یہ عالم تھا کہ کاندھے پر مشک رکھ کر بیوہ عورتوں کے لئے پانی بھرتے تھے، مجاہدین کی بیویوں کا بازار سے سودا سلف خرید کر لا دیتے تھے، پھر اس حالت میں تھک کر مسجد کے گوشہ میں فرش خاک پر لیٹ جاتے تھے۔

ایک دفعہ اپنے ایام خلافت میں سر پر چادر ڈال کر باہر نکلے، ایک غلام کو گدھے پر سوار جاتے دیکھا چونکہ تھک گئے تھے اس لئے اپنے ساتھ بٹھا لینے کی درخواست کی۔ اس کے لئے اس سے زیادہ کیا شرف ہو سکتا تھا، فوراً اتر پڑا اور سواری کے لئے اپنا گدھا پیش کیا۔ حضرت عمرؓ نے کہا میں اپنی وجہ سے تمہیں تکلیف نہیں دے سکتا تم جس طرح سوار تھے سوار رہو میں تمہارے پیچھے بیٹھ لوں گا، غرض اسی حالت میں مدینہ کی گلیوں میں داخل ہوئے لوگ امیر المومنین کو ایک غلام کے پیچھے دیکھتے تھے اور تعجب کرتے تھے۔ (بخاری کتاب المناقب باب فقہ البیعہ)

آپ کو بارہا سفر کا اتفاق ہوا لیکن خیمہ وخرگاہ کبھی ساتھ نہ رہا، درخت کا سایہ شامیانہ

اور فرش خاک بستر تھا، سفر شام کے موقع پر مسلمانوں نے اس خیال سے کہ عیسائی امیر المومنین کے معمولی لباس اور بے سروسامانی دیکھ کر اپنے دل میں کیا کہیں گے؟ سواری کے لئے ترکی گھوڑا اور پہننے کے لئے قیمتی لباس پیش کیا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ خدا نے ہم کو جو عزت دی ہے وہ اسلام کی عزت ہے اور ہمارے لئے یہی بس ہے۔

ایک دفعہ صدقہ کے اونٹوں کے بدن پر تیل مل رہے تھے۔ ایک شخص نے کہا امیر المومنین! یہ کام کسی غلام سے لیا ہوتا؟ بولے مجھ سے بڑھ کر کون غلام ہو سکتا ہے؟ جو شخص مسلمانوں کا والی ہے وہ ان کا غلام بھی ہے۔ (کنز العمال ج ۶ ص ۳۵۳)

فاروق اعظم کی رحمدلی

حضرت عمرؓ کی تندمزاجی کے افسانے نہایت کثرت سے مشہور ہیں اور ایک حد تک وہ صحیح بھی ہیں لیکن یہ قیاس صحیح نہیں ہے کہ قدرت نے ان کو لطف اور رحمدلی سے نا آشنا رکھا تھا، اصل یہ ہے کہ ان کا غیض وغضب بھی خدا کے لئے تھا اور لطف ورحم بھی اسی کے لئے، جیسا کہ ایک موقع پر خود ارشاد فرمایا تھا۔

”واللہ! میرا دل خدا کے بارہ میں نرم ہوتا ہے تو جھاگ سے بھی زیادہ نرم ہو جاتا ہے اور سخت ہوتا ہے تو پتھر سے بھی زیادہ سخت ہوتا ہے۔

مثال کے طور پر چند واقعات درج ذیل ہیں جس سے اندازہ ہوگا کہ حضرت عمرؓ کا غصہ اور لطف ورحم محض خدا کے لئے تھا، ذاتیات کو مطلقاً دخل نہ تھا۔

غزوۂ بدر میں کافروں نے بنو ہاشم کو مسلمانوں سے لڑنے پر مجبور کیا تھا، اس لئے رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ عباسؓ کہیں نظر آئیں تو ان کو قتل نہ کرنا، ابوحذیفہؓ کی زبان سے نکل گیا کہ بنو ہاشم میں کیا خصوصیت ہے؟ اگر عباسؓ سے مقابلہ ہو گیا تو ضرور مزہ چکھاؤں گا۔ حضرت عمرؓ گستاخی دیکھ کر آپے سے باہر ہو گئے اور کہا اجازت دیجئے کہ میں اس کا سر اڑا دوں۔ (ابن سعد قسم اول جزو ۴ تذکرہ عباس ص ۴)

حضرت حاتم بن ابی بلتعہؓ بڑے رتبہ کے صحابی تھے، یہ خود ہجرت کر کے مدینہ چلے آئے تھے لیکن ان کے اہل وعیال مکہ میں تھے، جب رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کا قصد فرمایا تو حاطب نے اپنے اہل وعیال کی حفاظت کے خیال سے اپنے بعض مشرک دوستوں کو اس کی اطلاع دیدی۔ حضرت عمرؓ کو معلوم ہوا تو برافروختہ ہو کر رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ اجازت دیجئے کہ اس کو قتل کردوں۔ (بخاری کتاب المغازی باب غزوۂ فتح وما بعث بہ حاطبؓ بن ابی بلتعہ)

اسی طرح خویصرہ نے ایک دفعہ گستاخانہ کہا "محمد (ﷺ) عدل کر" حضرت عمرؓ غصے سے بے تاب ہو گئے اور اس کو قتل کردینا چاہا، لیکن رحمۃ العالمین ﷺ نے منع کیا۔

غرض اسی قسم کے متعدد واقعات ہیں جن سے اگر تم مزاج کی سختی کا اندازہ کرسکتے ہو تو دوسری طرف للّٰہیت کا بھی اعتراف کرنا پڑے گا۔

ایام خلافت کی سختیاں

ایام خلافت میں جو سختیاں ظاہر ہوئیں وہ اصول سیاست کے لحاظ سے نہایت ضروری تھیں۔ حضرت خالد بنؓ ولید کی معزولی، حکام سے سختی کے ساتھ باز پرس، مذہبی پابندی کے لئے تنبیہ وتعزیر اور اسی قسم کے تمام امور حضرت عمرؓ کے فرائض منصبی میں داخل تھے اس لئے انہوں نے جو کچھ کیا وہ منصب خلافت کی حیثیت سے ان پر واجب تھا ورنہ ان کا دل لطف ومحبت کے شریفانہ جذبات سے خالی نہ تھا بلکہ وہ جس قدر مذہبی اور انتظامی معاملات میں سختی اور تشدد کرتے تھے، ہمدردی کے موقعوں پر اس سے زیادہ لطف ورحم کا برتاؤ کرتے تھے، خدا کی ذی عقل مخلوق میں غلاموں سے زیادہ قابل رحم حالت کسی کی نہیں ہوگی۔ حضرت عمرؓ نے عنان خلافت ہاتھ میں لینے کے ساتھ تمام عربی غلاموں کو آزاد کرادیا۔ (یعقوبی ج ۲ ص ۱۵۸)

اور یہ قانون بنادیا کہ اہل عرب کبھی کسی کے غلام نہیں ہوسکتے۔ کنز العمال میں یہ تصریح ان کا قول مذکور ہے کہ **لاتسترق عربی**، یعنی عربی غلام نہیں ہوسکتے عام غلاموں کا آزاد کرانا بہت مشکل تھا تاہم ان کے حق میں بہت سی مراعات قائم کیں، مجاہدین کی تنخواہیں مقرر ہوئیں

تو آقا کے ساتھ اسی قدر ان کے غلام کی تنخواہ مقرر ہوئی۔ (فتوح البلدان ذکر العطاء فی خلافت عمر بنؓ الخطاب)

غلاموں کو ساتھ میں کھانا کھلانا

اکثر غلاموں کو بلا کر ساتھ کھانا کھلاتے، ایک شخص نے دعوت کی تو محض اس وجہ سے برافروختہ ہو کر اٹھ گئے کہ اس نے دسترخوان پر اپنے غلام کو نہیں بٹھایا تھا، آپ اکثر حاضرین کو سنا کر کہتے تھے کہ جو لوگ غلاموں کو اپنے ساتھ کھانا کھلانا عار سمجھتے ہیں، خدا ان پر لعنت بھیجتا ہے۔ غلاموں کے لئے سب سے زیادہ تکلیف دہ بات یہ تھی کہ وہ اپنے عزیز واقارب سے جدا ہوجاتے تھے۔ حضرت عمرؓ نے حکم دیا کہ کوئی غلام اپنے اعزہ سے جدا نہ کیا جائے۔

(کنز العمال ج ۲ ص ۲۲۶)

قحط سالی کے دوران عمل

۱۸ھ میں جب عرب میں قحط پڑا اس وقت حضرت عمرؓ کی بے قراری قابل دید تھی، دور دراز ممالک سے غلہ منگوا کر تقسیم کیا، گوشت گھی اور دوسری مرغوب غذائیں ترک کردیں۔ اپنے لڑکے کے ہاتھ میں خربوزہ دیکھ کر خفا ہوئے کہ قوم فاقہ مست ہے اور تو پھل سے لطف اٹھاتا ہے غرض جب تک قحط رہا، حضرت عمرؓ نے ہر قسم کے عیش ولطف سے اجتناب رکھا۔ (ایضاج ۶ وقائع الزمان ص ۲۴۳)

فاروق اعظم کے معاف کرنے کا جزبہ

اس لطف وترحم کی بنا پر حضرت عمرؓ عفو ودرگزر سے بھی کام لیتے تھے، ایک دفعہ حُربن قیس اور عیینہ بن حصن حاضر خدمت ہوئے۔ عیینہ نے کہا آپ انصاف سے حکومت نہیں کرتے۔ حضرت عمرؓ اس گستاخی پر بہت غضبناک ہوئے حربن قیس نے کہا امیر المومنین! قرآن مجید میں آیا ہے، **خذالعفو وامر بالمعروف واعرض عن الجاھلین**۔ یہ شخص جاہل ہے اس کی بات کا خیال نہ کیجئے اس گفتگو سے حضرت عمرؓ کا غصہ بالکل ٹھنڈا پڑ گیا۔ (کنز العمال ج ۶ ص ۳۵۴)

رفاہ عام کے کام

حضرت عمرؓ نے فریضۂ خلافت کی حیثیت سے رفاہ عام اور بنی نوع انسان کی بہبودی کے جو کام کئے اس کی تفصیل گزر چکی ہے۔ذاتی حیثیت سے بھی ان کا ہر لمحہ خلق اللہ کی نفع رسانی کے لئے وقف تھا ان کا معمول تھا کہ مجاہدین کے گھروں پر جاتے اور عورتوں سے پوچھ کر بازار سے سودا سلف لا دیتے۔مقام جنگ سے قاصد آتا تو اہل فوج کے خطوط ان کے گھروں میں پہنچا آتے اور جس گھر میں کوئی لکھا پڑھا نہ ہوتا تو خود ہی چوکھٹ پر بیٹھ جاتے اور گھر والے جو کچھ لکھاتے لکھ دیتے ۔راتوں کو عموماً گشت کرتے کہ عام آبادی کا حال معلوم ہو،ایک دفعہ گشت کرتے ہوئے مدینہ سے تین میل کے فاصلہ پر مقام حرار پہنچے، دیکھا کہ ایک عورت پکا رہی ہے اور دو تین بچے رو رہے ہیں، پاس جا کر حقیقت حال دریافت کی۔عورت نے کہا بچے بھوک سے تڑپ رہے ہیں، میں نے ان کے بہلانے کو خالی ہانڈی چڑھا دی ہے۔حضرت عمرؓ اسی وقت مدینہ آئے اور آٹا، گھی، گوشت اور کھجوریں لے چلے، حضرت عمرؓ کے غلام اسلم نے کہا میں لئے چلتا ہوں، فرمایا ،ہاں قیامت میں تم میرا بار نہیں اٹھاؤ گے اور خود ہی سب سامان لے کر عورت کے پاس گئے، اس نے کھانا کا انتظام کیا۔حضرت عمرؓ نے خود چولہا پھونکا۔کھانا تیار ہوا تو بچے کھا کر خوشی خوشی اچھلنے کودنے لگے، حضرت عمرؓ دیکھتے تھے اور خوش ہوتے تھے۔(کنز العمال ج ۶ ص ۳۵۲)

ایک دفعہ کچھ لوگ شہر کے باہر اترے، حضرت عمرؓ نے عبد الرحمن بنؓ عوف کو ساتھ لیا اور کہا مجھ کو ان کے متعلق مدینہ کے چوروں کا ڈر لگا ہوا ہے چلو ہم دونوں چل کر پہرہ دیں چنانچہ دونوں آدمی رات بھر پہرہ دیتے رہے۔(طبری ص ۲۷۴۳)

ایک بدو کے خیمہ کا واقعہ

ایک دفعہ رات کو گشت کر رہے تھے کہ ایک بدو کے خیمہ سے رونے کی آواز آئی ۔دریافت سے معلوم ہوا کہ بدو کی عورت دردزہ میں مبتلا ہے حضرت عمرؓ گھر آئے اور اپنی بیوی ام کلثومؓ کو ساتھ لے کر بدو کے خیمہ گئے ،تھوڑی دیر کے بعد بچہ پیدا ہوا، ام کلثومؓ نے

پکار کر کہا اے امیر المومنین !اپنے دوست کو مبارکباد دیجئے۔بدو امیر المومنین کا لفظ سن کر چونک پڑا حضرت عمرؓ نے کہا کچھ خیال نہ کرو، کل میرے پاس آنا بچہ کی تنخواہ مقرر کر دوں گا۔
(کنز العمال ج ۶ ص ۳۴۳)

مجبوروں کی خدمت گزاری

حضرت عمرؓ اپنی غیر معمولی مصروفیات میں بھی مجبور، بیکس اور اپاہج آدمیوں کی خدمت گزاری کے لئے وقت نکال لیتے تھے۔مدینہ سے اکثر نابینا اور ضعیف اشخاص فاروقؓ اعظم کی خدمت گزاری کے ممنون تھے۔خلوص کا یہ عالم تھا کہ خود ان لوگوں کو خبر بھی نہ تھی کہ یہ فرشتۂ رحمت کون ہے؟ حضرت طلحہؓ کا بیان ہے کہ ایک روز علی الصبح امیر المومنین کو ایک جھونپڑے میں جاتے دیکھا۔خیال ہوا کہ فاروقؓ اعظم کا کیا کام؟ دریافت سے معلوم ہوا کہ اس میں ایک نابینا ضعیفہ رہتی ہے اور وہ روز اس کی خبر گیری کے لئے جایا کرتے ہیں۔

خدا کی راہ میں مال خرچ کرنا

حضرت عمرؓ بہت زیادہ دولت مند نہ تھے، تاہم انہوں نے جو کچھ خدا کی راہ میں صرف کیا وہ ان کی حیثیت سے بہت زیادہ تھا ۹ھ میں رسول اللہ ﷺ نے غزوۂ تبوک کی تیاری کی تو اکثر صحابہ نے ضروریات جنگ کے لئے بڑی بڑی رقمیں پیش کیں، حضرت عمرؓ نے اس موقع پر اپنے مال و اسباب میں سے آدھا لے کر پیش کیا۔(ترمذی فضائل ابی عمرؓ)

مساوات کا نمونہ

عہد فاروقی میں شاہ و گدا، امیر و غریب و مفلس و مالدار سب ایک حال میں نظر آتے تھے، عمال کو تاکیدی حکم تھا کہ کسی طرح کا امتیاز و نمود اختیار نہ کریں، حضرت عمرؓ نے خود ذاتی حیثیت سے بھی مساوات کو اپنا خاص شعار بنایا تھا، یہی وجہ تھی کہ انہوں نے اپنی معاشرت نہایت سادہ رکھی تھی، تعظیم و تکریم کو دل سے ناپسند کرتے تھے، ایک دفعہ کسی نے کہا، میں آپ پر قربان‘‘ فرمایا ایسا نہ کہو، اس سے تمہارا نفس ذلیل ہو جائے گا اسی طرح زید بنؓ ثابت قاضی

مدینہ کی عدالت میں مدعا علیہ کی حیثیت سے گئے تو انہوں نے تعظیم کے لئے جگہ خالی کردی ،حضرت عمرؓ نے کہا" تم نے اس مقدمہ میں یہ پہلی ناانصافی کی ۔" یہ کہہ کر اپنے فریق کے برابر بیٹھ گئے ۔ (کنزالعمال ج ۳ ص ۱۷۴)

● آپ کا مقولہ تھا کہ میں اگر عیش وتنعم کی زندگی بسر کروں اور لوگ مصیبت وافلاس میں رہیں تو مجھ سے برا کوئی نہ ہوگا۔سفر شام میں نفیس ولذیز کھانے پیش کئے گئے تو پوچھا کہ عام مسلمانوں کو بھی یہ ایوان نعمت میسر ہیں ؟ لوگوں نے کہا ہر شخص کے لئے کس طرح ممکن ہے؟ فرمایا تو پھر مجھے بھی اس کی حاجت نہیں۔

● خلافت کی حیثیت سے فاروقؓ اعظم کے جاہ وجلال کا سکہ تمام دنیا پر بیٹھا ہوا تھا لیکن مساوات کا یہ عالم تھا کہ قیصر وکسریٰ کے سفراء آتے تھے تو انہیں یہ پتہ نہیں چلتا تھا کہ شاہ کون ہے؟ درحقیقت حضرت عمرؓ نے خود نمونہ بن کر مسلمانوں کو مساوات کا ایسا درس دیا تھا کہ حاکم ومحکوم ،اور آقا وغلام کے سارے امتیازات اٹھ گئے تھے۔

فاروق اعظم کی غیرت

حضرت عمرؓ بالطبع غیور واقع ہوئے تھے ، یہاں تک کہ خود رسول ﷺ ان کی غیرت کا پاس ولحاظ کرتے تھے ۔صحیح مسلم ،ترمذی اور صحاح کی تقریباً سب کتابوں میں یہ اختلاف الفاظ مروی ہے کہ معراج کے موقع پر رسول اللہ ﷺ نے جنت میں ایک عالیشان طلائی قصر ملاحظہ فرمایا جو فاروقؓ اعظم کے لئے مخصوص تھا اس کے اندر صرف اس وجہ سے تشریف نہیں لے گئے کہ آپ ﷺ کو ان کی غیرت کا حال معلوم تھا۔آپ ﷺ نے حضرت عمرؓ سے اس کا ذکر فرمایا تو وہ رو کر کہنے لگے ،**بابی انت امی علیک اغا**۔(یعنی میرے ماں باپ فدا ہوں کیا میں حضور ﷺ کے مقابلہ میں غیرت کروں گا۔

آیت حجاب

آیت حجاب نازل ہونے سے پہلے عرب میں پردہ کا رواج نہ تھا یہاں تک کہ

خود ازواج مطہراتؓ پردہ نہیں کرتی تھیں ۔حضرت عمرؓ کی غیرت اس بے حجابی کو نہایت ناپسند کرتی تھی ،بار بار رسول اللہ ﷺ سے التجا کی کہ آپ ازواج مطہراتؓ کو پردہ کا حکم دیں اس خواہش کے بعد ہی آیت حجاب نازل ہوئی۔

عورتوں کا بے پردہ غسل

آپ کی غیرت کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ جب آپ کو خبر ملی کہ مسلمان عورتیں حماموں میں عیسائی عورتوں کے سامنے بے پردہ نہاتی ہیں تو تحریری حکم جاری کیا کہ مسلمان عورت کا غیر مذہب والی عورت کے سامنے بے پردہ ہونا جائز نہیں۔

فاروق اعظم کی گھریلو زندگی

حضرت عمرؓ کو اولاد وازواج سے محبت تھی ،مگر اس قدر نہیں کہ خالق ومخلوق کے تعلقات میں فتنہ ثابت ہو،اہل خاندان سے بھی بہت زیادہ شغف نہ تھا،البتہ زیدؓ سے جو حقیقی بھائی تھے،نہایت الفت رکھتے تھے جب وہ یمامہ کی جنگ میں شہید ہوئے تو نہایت قلق ہوا ،فرمایا کرتے تھے کہ جب یمامہ کی طرف سے ہوا چلتی ہے تو مجھ کو زید کی خوشبو آتی ہے ۔

(مستدرک حاکم ج ۳ تذکرہ زید بنؓ خطاب)

زید نے اسماء نامی ایک لڑکی چھوڑی تھی اس کو بہت پیار کرتے تھے ۔مکہ سے ہجرت کرکے آئے تو مدینہ سے دو میل کے فاصلہ پر عوالی میں رہتے تھے لیکن خلافت کے بعد خاص مدینہ میں مسجد نبویؐ کے متصل سکونت اختیار کی ،چونکہ وفات کے وقت وصیت کردی تھی کہ مکان بیچ کر قرض ادا کیا جائے ،اس لئے یہ مکان فروخت کردیا گیا اور عرصہ دراز تک دارالقضاء کے نام سے مشہور رہا۔

حصول معاش کا اعلیٰ ذریعہ تجارت تھا،مدینہ پہنچ کر زراعت بھی شروع کی تھی لیکن خلافت کے بار گراں نے انہیں ذاتی مشاغل سے روک دیا تو ان کی عسرت کو دیکھ کر صحابہ نے اس قدر تنخواہ مقرر کردی جو معمولی خوراک اور لباس کے لئے کافی ہو ۱۵ھ میں لوگوں کے

وظیفے مقرر ہوئے تو حضرت عمرؓ کے لئے بھی پانچ ہزار درہم سالانہ وظیفہ مقرر ہوا۔

(یہ وظیفہ خلافت کی خصوصیت کی وجہ سے نہ تھا بلکہ تمام بدری صحابیوں کا وظیفہ پانچ پانچ ہزار تھا، دیکھو فتوح البلدان ذکر العطاء فی خلافۃ عمر بنؓ الخطاب)

غذا نہایت سادہ تھی یعنی صرف روٹی اور روغن زیتون پر گزارہ تھا کبھی کبھی گوشت دودھ، ترکاری اور سرکہ بھی دسترخوان پر ہوتا تھا، لباس بھی نہایت معمولی ہوتا تھا، بیشتر صرف قمیص پہنتے تھے، اکثر عمامہ باندھتے تھے، جوتی قدیم عربی وضع کی ہوتی تھی۔

آپ کا حلیہ مبارک

حلیہ یہ تھا، رنگ گندم گوں، سر چندلا، رخسارے کم گوشت، داڑھی گھنی اور مونچھیں بڑی بڑی، قد نہایت طویل، یہاں تک کہ سینکڑوں کے مجمع میں کھڑے ہوں تو سب سے نمایاں نظر آتے۔

حضرت عمرؓ کی ازواج واولاد

● حضرت عمرؓ نے جاہلیت و اسلام میں متعدد نکاح کئے۔ پہلا نکاح عثمان بن مظعونؓ کی بہن زینب کے ساتھ ہوا۔ عثمان مظعونؓ سابقین صحابہ میں تھے۔

● دوسری بیوی قریبہ بنت ابی امتیہ المخزومی تھیں جو رسول کریم ﷺ کی زوجہ مبارک سلمہؓ کی بہن تھیں۔ چونکہ یہ اسلام نہیں لائیں تھیں اور مشرک عورت سے نکاح جائز نہیں۔ اس لئے صلح حدیبیہ کے بعد ۶ رہجری میں ان کو طلاق دے دی۔

● تیسری بیوی ملیکۃ بنت جرول الخزاعی تھی، ان کو ام کلثوم بھی کہتے ہیں۔ یہ بھی اسلام نہیں لائیں اور اس وجہ سے ۶ رہجری میں ان کو بھی طلاق دے دی۔ عبداللہ ان ہی کے بطن سے ہیں۔

● زینب اور قریبۃ قریش کے خاندان سے اور ملیکہ خزاعہ کے قبیلہ سے تھیں مدینہ میں آکر انصار میں قرابت پیدا کی۔ یعنی ۷ رہجری میں عاصم بن ثابت بن ابی الافلح جو ایک معزز

انصاری تھے اور غزوہ بدر میں شریک رہے تھے۔ ان کی بیٹی جمیلہ سے نکاح کیا۔ جمیلہ کا نام پہلے واصیہ تھا۔ جب وہ اسلام لائیں تو رسول اللہ ﷺ نے بدل کر جمیلہ نام رکھا۔ لیکن ان کو بھی کسی وجہ سے طلاق دے دی۔

● اخیر عمر میں ان کو خیال ہوا کہ خاندان نبوت سے تعلق پیدا کریں جو مزید شرف اور برکت کا سبب تھا۔ چنانچہ جناب امیر رضی اللہ عنہ سے حضرت ام کلثوم (یعنی ام کلثوم بنت فاطمہ زہرا) کے لئے درخواست کی۔ چنانچہ جناب امیر رضی اللہ عنہ نے منظور فرمایا اور ۱۷ رہجری میں ۴۰ ہزار مہر پر نکاح ہوا۔

● اس کے علاوہ حضرت عمرؓ کی اور بیویاں تھیں۔ یعنی ام حکیم بنت الحارث بن ہشام المخزومی، فکیہتہ یمنیہ عاتکہ بنت زید بن عمر بن نفیل، عاتکہ حضرت عمرؓ کی چچیری بہن تھیں۔

● حضرت عمرؓ کی اولاد کثرت سے ہوئی جن میں سے حضرت حفصہ اس لئے زیادہ ممتاز ہیں کہ وہ ازواج مطہرات میں داخل ہیں۔ ان کا نکاح پہلے خنیس بن حذافہ کے ساتھ ہوا تھا جو مہاجرین صحابہ میں سے تھے۔ خنیس جب غزوۂ احد میں شہید ہوئے تو وہ ۳ رہجری میں رسول کریم ﷺ کے عقد میں آئیں۔

● لڑکوں کے نام اس طرح ہیں: عبداللہ، عبیداللہ، عاصم، ابوشحمہ عبدالرحمٰن، زید، مجیر رضی اللہ عنہ، ان میں شروع کے تین زیادہ مشہور ہیں۔

اللہ تعالیٰ پوری امت کو حضرت عمرؓ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق نصیب فرمائے۔ والسلام

دعاؤں کا طالب
محمد سرور فاروقی ندوی
دارالعلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ
۲/۵/۲۰۲۰ء